اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

نگرانِ اعلیٰ

مولانا مفتی محمود

جلد ۱۸ / ۱۷ ۳

رفقاءِ محترم!

دعوت اور اعلانِ حق کا کام کرنیوالوں کو اپنے لیے نہیں مگر اپنے کام کی عزّت کی خاطر بادشاہوں کی سی نظر اور کشورستانوں کا سا دماغ رکھنا چاہیئے۔ جو لوگ خدا کے دروازہ کے سائل ہیں دُنیا میں کس کی ہستی ہے کہ وہ انہیں اپنے سامنے سائل دیکھ سکے۔ ان کی جیب میں ایک کھوٹا سکّہ بھی نہ ہو لیکن اُن کے دل میں وہ خزینہ مخفی ہے جس سے بڑے بڑے مغرُور شہنشاہوں کو خریدا جا سکتا ہے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد)

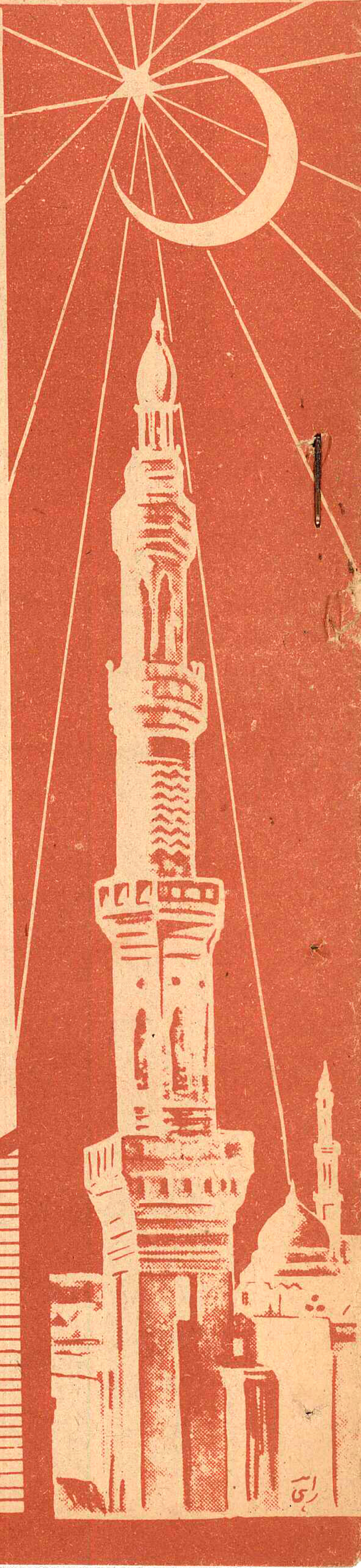

جب ہم نہیں ہوں گے

کرو گے یاد اے اہلِ جہاں، جب ہم نہیں ہوں گے
سناؤ گے ہماری داستاں، جب ہم نہیں ہوں گے
یونہی تھا گرم بازارِ جہاں، جب ہم نہ تھے ہمدم
رہے گا گرم بازارِ جہاں جب ہم نہیں ہوں گے
ہمارے بعد کس پر تو ستم ڈھائے گی اے دنیا ؟
ستائے گا کسے پھر آسماں، جب ہم نہیں ہوں گے
یونہی ہنستے رہیں گے لالہ و گُل صحنِ گلشن میں
یونہی بلبل رہیں گے نغمہ خواں، جب ہم نہیں ہوں گے
ہمارا دم غنیمت ہے کہ ہم رونق ہیں محفل کی
ستائیں گے کسے پھر مہرباں، جب ہم نہیں ہوں گے
کلی پامال، گُل افسردہ، بلبل سوختہ ساماں
یہ انجام چمن ہو گا یہاں، جب ہم نہیں ہوں گے
ہمارے دم قدم سے یہ ستارے جگمگاتے ہیں
نہ چمکے گی کبھی پھر کہکشاں، جب ہم نہیں ہوں گے
زمانہ روئے گا برسوں ہمیں بھی یاد کر کر کے
گنیں گے سب ہماری خوبیاں، جب ہم نہیں ہوں گے
ہمیں تو فخر سچ کہہ کر جفا سہنے کی عادت ہے
سہے گا کون ایسی سختیاں، جب ہم نہیں ہوں گے

حکیم افتخار فخر

ہفت روزہ
ترجمانِ اسلام
لاہور

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۳۷
جمعۃ المبارک ۱۹ ستمبر ۱۹۷۵ء ۱۲ رمضان المبارک

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور
رئیس الادارہ
اکرام القادری
مجلس ادارت
مولانا سعید احمد رائے پوری
سید مطلوب علی زیدی
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ۳۸ روپے
ششماہی ۱۹ روپے
سہ ماہی ۹/۵۰ روپے
فی پرچہ
۷۵ پیسے

اداریہ

اکرام القادری

"عنایات"

عوامی دورِ حکومت کی جہاں اور بہت سی "عنایات" ہیں وہاں سب سے بڑی عنایت کمر توڑ مہنگائی بھی ہے اشیاءِ صرف کی قیمتیں پہلے ہی اس انتہا۔ کو پہنچی ہوئی تھیں جس سے "عام" آدمی اور متوسط طبقہ کے لیے سلسلۂ جسم وجان برقرار رکھنا دوبھر ہو رہا تھا، لیکن موجودہ حالت پہلے سے زیادہ جان ہار اور ناگفتہ بہ ہے رمضان المبارک کی آمد سے قبل ہی قیمتیں چڑھنا شروع ہوگئی تھیں اور اب عالم یہ ہے کہ بنیادی ضروریات سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز ایسی نہیں جسے خریدا جاسکے۔ ضرورت مند چیز کا بھاؤ دریافت کرتا ہے تو دل مسوس کر رہ جاتا ہے۔

ملک بھر میں لوٹ کھسوٹ، منافع خوری اور استحصال کا بازار گرم ہے۔ ہر شخص من مانیوں میں مصروف ہے۔ قانون کی پاسداری اور عملداری نام کو نہیں۔ قانون کے محافظ خود قانون کی درگت بنانے میں ہمہ تن منہمک و مشغول ہیں۔ معاشرہ ہر آنے والی ساعت میں تباہ کن اور ہلاکت خیز راہ پر گامزن ہے اس سے پہلے بھی قومیں انہیں اعمالِ بد کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئیں جن میں آج ہماری قوم مستغرق ہے۔ تاریخ کے اوراقِ پارینہ میں بہت سی ایسی قوموں کے نشانات ملتے ہیں جنہوں نے انسانوں پر ظلم کیا۔ انسانیت کی تذلیل کی۔ استحصال، لوٹ کھسوٹ ناجائز منافع خوری بددیانتی اور چور بازاری کا بازار گرم کرکے وقتی تعیشات و آشائشات کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن رہیں مگر انہیں کب خبر تھی کہ یہی راحتیں اور مرفۃ الحالی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کردے گی

حالات کی ڈگر کا تقاضا ہے کہ ہماری قوم بھی اسی تباہی سے دوچار ہو جس سے سابقہ قومیں ہوچکی ہیں یہ قوم مجموعی طور پر ان تمام برائیوں کا شکار ہوچکی ہے جو گم گشتہ اور بدقسمت بدطینت اقوام میں فرداً فرداً موجود تھیں۔

جہاں تک حکومتی سطح پر ان برائیوں اور کمر توڑ مہنگائی کے انسداد کا سوال ہے تو وہ گیدڑ بھبکیوں کے سوا کچھ نہیں۔ اخبارات میں بیان بازی ہوتی ہے کہ استحصال پسندوں کو نیست و نابود کردیا جائے گا۔ گراں فروشوں کو جیل یاترا کرائی جائے گی۔ فلاں افیسر کو تحقیقات کے لیے مقرر کر دیا گیا ہے۔ فلاں جگہ چھاپہ مارا گیا ہے۔

اس تمام تر بیان بازی اور مصنوعی تگ و تاز سے گراں فروشوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ جن زیرک اور چابک دست قسم کے افیسر ان کو تحقیقات کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔ ان کی تحقیقات کی جولانگاہ ان کا اپنا کبھی نہ سیر ہونے والا شکم ہوتا ہے۔

ان کے گھر گھی۔ چینی آٹے اور دوسری اشیاء سے بھر جاتے ہیں اس کے سوا کچھ نہیں او نے پونے سودا ہوا اور بات آئی گئی ہوئی۔

محترم وزیر اعلیٰ نے بھی تہدید آمیز بیان دیا۔ لیکن نتیجہ صفر۔ گرانی جوں کی توں کسی ایک چیز کا بھی نام لے کر نہیں بتایا جاسکتا، جس کی قیمت میں ادنیٰ کمی بھی واقع

ہمارے نزدیک اس تمام تر صورتحال کی ذمہ داری جہاں دیگر عوامل پر ہے وہاں سب سے بڑی ذمہ داری اربابِ اقتدار کے اس منہ زور طبقہ پر عائد ہوتی ہے جو شب و روز قانون کی دھجیاں بکھیرنے پر تلا ہوا ہے۔

پریمیئر پریس میں چھپا اور مولانا عبید اللہ انور نے شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

تلخ و شیریں

عمیر الہاشمی

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

صدر فورڈ قاتلانہ حملہ میں بال بال بچ گئے ایک نوجوان عورت نے صدر پر پستول چلانے کی کوشش کی۔ ایک خبر

شاید عورتوں کے عالمی سال کو "نوجوان عورت" صدر فورڈ کے خون سے شفق رنگ کرنا چاہتی ہو۔ یا پھر دنیا بھر کے مردوں پر عورتوں کی جی داری کا سکہ جمانا مقصد ہو۔ اکبر الہ آبادی زندہ ہوتے تو وہ اس شمع انجمن کو ضرور داد دیتے۔

○

مسلح افواج "اندرونی تخریب کاری" اور بیرونی جارحیت کو کچلنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ وزیر اعظم

محترم وزیر اعظم سے ہماری استدعا ہے کہ وہ "اندرونی تخریب کاری" یا "اندرونی تخریب کاروں" کی وضاحت بھی فرما دیں کیونکہ جس جماعت پر وزیر اعظم اور ان کے رفقاء کرام کی طرف سے تخریب کاری کا الزام دہرایا جا رہا ہے وہ پہلے ہی "مراحم خسروانہ" کا شکار ہے۔ اور کوئی جماعت اگر تخریب کار ہے تو وہ صرف وزیر اعظم کے نہاں خانہ ذہن تک ہی محدود نہیں رہنی چاہیے۔ بلکہ عوام کو اس سے آگاہ کیا جانا ضروری ہے۔ "جہاں تک بیرونی جارحیت" کی بات ہے تو وہ محض وزن بیت کے طور پر کہا گیا ہے۔

○

قومی سالمیت کو خطرے میں ڈالنے والوں مسلسل نگاہ رکھی جاتے۔ گورنر پنجاب کا پیغام

دریافت طلب امر یہ ہے کہ "صرف نگاہ رکھی جاتے" یا قومی سالمیت کو خطرے میں ڈالنے والوں کو کچھ اور بھی کہا جاتے۔ محض نگاہ رکھنا تو کوئی بات نہ ہوتی۔ مزید یہ کہ جو لوگ قومی سالمیت کو دو لخت کر چکے ہیں ان کے بارے میں محترم گورنر صاحب کا کیا ارشاد ہے؟

○

صوبہ میں ملاوٹ کے انسداد کے لیے نئے قوانین تیار کیے جائیں گے۔ صوبائی وزیر تعلیم

اس سلسلے میں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ "نئے قوانین" تیار کرنے کی بجائے پرانے "قوانین" پر عمل درآمد کے لیے کوئی نسخہ تیار کر لی جائے تو ملاوٹ کے انسداد کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے، اشیاء میں ملاوٹ قوانین میں لچک یا پرانے قوانین کی وجہ سے نہیں ہو رہی بلکہ قوانین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہو رہی ہے قوانین پر عمل درآمد کی ابتداء اگر حکومت کے ذمہ دار افراد کر دیں تو نچلے طبقے کو قانون شکنی کی جسارت نہیں ہو سکتی۔

مگر۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

○

قومی زندگی کے اتحاد کے لیے نظم و ضبط ضروری ہے۔ بھٹو صاحب کا فرمان

نظم و ضبط اور اتحاد و یگانگت کا جو فقید المثال مظاہرہ پیپلز پارٹی کر رہی ہے شاید بھٹو صاحب اس نظم و ضبط کی طرف قوم کو ہانکنا چاہتے ہیں۔

○

پاکستان کے سرکاری محکموں کو بدعنوان ملازمین سے پاک کر دینے کا فیصلہ۔ ایک خبر

اسکا مطلب یہ ہے کہ حکومت نے تمام سرکاری محکموں کو غیر معینہ مدت کے لیے بند کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

○

پاکستان کی بقاء اور استحکام کے لیے اسلامی اقدار کی بالادستی اور جمہوریت کا فروغ ضروری ہے۔ پیر صاحب پگاڑو

پاکستان کی بقا اور استحکام اور جمہوریت کے فروغ کی اس سے بڑی کیا ضمانت ہو سکتی ہے کہ برسرِ اقتدار پارٹی کے منشور کے سرِورق پر "اسلام ہمارا دین ہے" اور "جمہوریت ہماری سیاست ہے" لکھا ہوا ہے۔

○

قائد اعظم نے تحریک آزادی کے دوران سوشلزم کا نعرہ کبھی نہیں لگایا۔ ملک غلام نبی۔

بہتر ہوتا کہ وزیر تعلیم مسٹر غلام نبی اس سلسلے میں جناب رامے ایسے موجودہ دور کے "دانشوروں" سے مشورہ کر لیتے ان "دانشورانِ ملک و ملت" کا تو دعوی ہی یہ ہے کہ قائد اعظم نے پاکستان بنایا ہی سوشلزم کے لیے تھا۔

○

اسلامی سوشلزم ہی صحیح سائنٹیفک سوشلزم ہے۔ حنیف رامے

کل کلاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسلامی کیپٹل ازم ہی صحیح سائنٹیفک کیپٹل ازم ہے۔ اور اسلامی سیکولر ازم ہی صحیح سائنٹیفک سیکولر ازم ہے، مغربی جمہوریت کو تو بہت پہلے اسلامی کے اضافہ سے مشرف بہ اسلام کر لیا گیا ہے۔

○

پنجاب میں ارکانِ اسمبلی کے خلاف تحقیقات نہیں ہو رہی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب

تحقیقات ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ تحقیقات ہوتیں تو بہت سے پردہ نشینوں کے نام آنے یقینی ہیں۔ جو پیپلز پارٹی کی مزید نیک نامی کا سبب بن سکتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد حسین کمال

مصر کے ساتھ اسرائیل کی مفاہمت پر ایک نظر

مصر اور اسرائیل کے درمیان امریکی وزیر خارجہ کے توسط سے جو مصالحت عمل میں آئی ہے، اس کی پائیداری اور ناپائیداری یا نتیجہ خیز ہونے اور نہ ہونے کے امکانات سے قطع نظر یہ مصالحت عربوں کی حالیہ تاریخ کا ایک نیا موڑ ہے۔ بالکل نیا۔ اور ماضی کی تاریخ کے بالکل برعکس۔

اسلام کے حوالہ سے عربوں کی جو تاریخ ہے اور عرب قومیت وطنیت کے حوالہ سے ان کی جو کچھ تاریخ چلی آ رہی ہے یہ مصالحت ان دونوں ہی کے اعتبار سے کسی طرح بھی اور کسی نقطہ پر بھی مطابقت نہیں رکھتی۔

تو کیا تاریخ کے تقاضے اس مصالحت کو کسی بھی فریق کے لیے خواہ وہ مصر اور عرب دنیا ہو یا اسرائیل اور امریکہ ہو سود مند بنا دیں گے؟

یہ ایک سوال ہے جو عرب سیاست کے ماہرین اور کرتا دھرتاؤں کے لیے قابلِ غور ہے۔ دو ایسے ہمسائے جن کا تاریخی وجود ایک دوسرے کے لیے، ہمیشہ قابلِ قبول رہا ہو اپنے درمیان طویل اور شدید تنازعات کے باوجود، کسی مرحلہ پر ایسے تصفیہ پر پہنچ سکتے ہیں جس سے ان کے درمیان یہی مفاہمت پیدا ہو جائے۔

لیکن ایسے دو ہمسائے جن میں سے ایک کا وجود دوسرے سے مصنوعی اور جبر کے ذریعہ ظہور میں لایا گیا ہو۔ دوسرے ہمسایہ کے ساتھ کسی ایسی مفاہمت کا حامل نہیں بن سکتا جو دونوں کے لیے یکساں طور پر قابل قبول بن جائے۔ اسرائیل کا وجود سرزمین فلسطین پر عربوں کی قومیت کی تاریخ اور ان کے مذہب اسلام کی تاریخ کو بالجبر رد کر کے، عمل میں لایا گیا ہے۔ اور عربوں کے لیے بیرون عرب سے آ کر، سرزمین فلسطین پر بسنے والے اسرائیلیوں کا وجود کسی اعتبار سے بھی تاریخی مطابقت نہیں رکھتا۔

اس بعد المشرقین کے ہوتے ہوئے، امریکی وزیر خارجہ کی کوششوں سے عمل میں آنے والی مصر اور اسرائیل کے درمیان مفاہمت محض طرفین کے وقتی مفادات کے درمیان توازن پیدا کر کے عمل میں لائی گئی ہے اور یہ توازن ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی حقیقی نہیں ہے۔

عرب دنیا میں گزشتہ نصف صدی سے جو عوامل برسرکار چلے آ رہے ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔

ایک قسم کے عوامل وہ ہیں جن کا تقاضا ہے کہ عرب عوام ایک واحد ملت، ملتِ عربیہ اسلامیہ کی حیثیت سے اپنا براہ راست تشخص قائم کریں۔ کسی امیر حاکم کے ذریعہ یہ تشخص قائم نہ ہو بلکہ عرب عوام کے ذریعہ اس کا اظہار ہو۔ جس میں سب کی حیثیت یکساں نظر آئے۔

اس قسم کے عوامل چاہتے ہیں کہ عرب سیاست عرب اقتصادیات اور عرب جدوجہد اجتماعی ہو اور اجتماعی قیادت کے ذریعہ آگے بڑھتی رہے۔

دوسری قسم کے عوامل وہ ہیں جو مغرب کے گزشتہ صدیوں کے تسلط کے دوران ذاتی مفادات کی اساس پر وجود میں آئے تھے۔ اور جن کے ذریعہ عرب دنیا میں چند خاندانوں کا اثر و رسوخ اس درجہ مستحکم ہو گیا کہ عرب سیاست، عرب اقتصادیات اور عرب جدوجہد۔ ان کی خواہشات و مفادات کے تابع ہو گئی۔

دو قسم کے ان متضاد عوامل کی کش کش درمیان۔ پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کے پس منظر میں، برطانیہ فرانس اور امریکہ کی براہ راست حمایت اور اسے اسرائیل ریاست کا قیام، عرب سرزمین پر عمل میں آیا۔

استعماریت کی تاریخ میں یہ ایک نیا تجربہ تھا جس کا مقصد اس قوم و ملت کو ہمیشہ کے لیے منقسم اور کمزور بنائے رکھنا تھا جس کے ایک طرف بحر روم کے ذریعہ، یورپ اور افریقہ سے ملتے تھے اور دوسری طرف بحیرۂ عرب کے ذریعہ تمام مشرق اوسط تک پھیلے ہوتے ہیں۔

اسرائیلی ریاست کی پٹی بحر روم سے بحیرہ احمر تک وہ حد فاصل کھینچ دیتی ہے جس کے ذریعہ ایک طرف، شام، اردن، عراق، سعودی عرب، یمن، خلیج فارس کی ریاستیں رہ جاتی ہیں۔ اور دوسری طرف مصر، لیبیا، سوڈان

اور مغربی افریقہ کے عرب ممالک چلے جاتے ہیں

حالانکہ اسرائیلی پٹی کے دونوں اطراف بسنے والے عوام، مذہب سے لے کر زبان اور ثقافت تک میں صدیوں سے ایک دوسرے کے شریک و سہیم چلے آ رہے ہیں۔

اسرائیلی ریاست کے قیام کے وقت عربوں کے شدید ردِّ عمل میں جدوجہد جلدی دم توڑ چکی تھی۔ الجزائر سے مصر تک اور اردن و یمن سے سعودی عرب تک تمام عرب ریاستیں غیر ملکی یا شخصی حکمرانوں کے تسلط میں تھیں۔ جو حالات سے سمجھوتہ کر کے ہتھیار رکھ چکی تھیں۔

اور اگرچہ قولاً نہیں، مگر عملاً۔ اسرائیل کے وجود پہ صاد کر چکے تھے۔ جمود کی اسی صورتِ حال میں اچانک۔ مصر کے ناصری انقلاب نے ہل چل پیدا کی اور اسرائیلی ریاست کے وجود کو چیلنج کرنے والی عربوں کی عوامی طاقت پہلی مرتبہ ابھرنا شروع ہوئی۔

مصر کے ناصری انقلاب نے رفتہ رفتہ اس مسئلہ کو، عالمی مسائل میں سر فہرست جگہ دے دی۔ اور عرب دنیا میں ان عوامل کو آگے بڑھنے کا راستہ دیا جو عرب سیاست عرب اقتصادیات اور عرب قیادت کو اجتماعی بنانے کے خواہاں تھے۔

چند ہی سال میں اسی انقلاب کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔

نہر سویز برطانوی تسلط سے نکال لی گئی۔ دنیا کی ایک سپر طاقت روس کو، اسرائیلی ریاست کے مسئلہ پہ اسرائیل کے حال اور دوسری سپر طاقت، امریکہ کے مقابلے پر لے آیا گیا۔ الجزائر سے خلیج فارس تک عرب علاقے، برطانیہ فرانس اور اٹلی کے تسلط سے آزاد کرا لیے گئے۔ لیبیا سے یمن تک صدیوں کی شخصی حکمرانی کی زنجیریں توڑ دی گئیں اور ناصری انقلاب کی یہ جدوجہد ان مراحل پر آ پہنچی جہاں عرب عوام مکمل یک جہتی کے ساتھ ہر قسم کے داخلی اور خارجی مفاد پرستانہ دباؤ سے آزاد ہو کر، افریشیائی اتحاد اور غیر اسلامی اتحاد کی منزل کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھنے والے تھے جس کا مطلب ہوتا مغرب کے سیاسی اقتصادی اور فوجی تسلط سے مشرق کی مکمل آزادی۔

ہمیں ان مراحل پر زبردست سازشوں کے نتیجہ میں، حالات کا توازن بدلنا شروع ہوا۔ مصر کے ناصر اور ناصری انقلاب کے خلاف وہ پروپیگنڈہ مہم عروج پر پہنچ گئی۔ جو ابتداء سے ہی استعماری طاقتوں اور اسرائیل کی خفیہ ملی بھگت کے ذریعہ اسلام کے نام سے جاری کی گئی تھی

الجزائر میں ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کی اسی کانفرنس کا انعقاد ناممکن بنا دیا گیا جو اگر منعقد ہو جاتی تو اسرائیل سمیت تمام استعماری طاقتوں کے لیے ان کے تابوت کا آخری کیل ثابت ہوتی۔

اور پھر نہایت ڈرامائی طریقہ پر جنوب ایشیا میں احمد سوئیکارنو کو ناکام بنا دیا گیا اور مغربی ایشیا میں ناصر کو جون ۱۹۶۷ء کی ہزیمت سے دوچار کر دیا گیا۔

ان کارروائیوں سے عرب دنیا میں دوسری قسم کے ان عوامل کو آگے بڑھنے کا راستہ دیا گیا جو عرب سیا سیاست اور عرب اقتصادیات پہ ذاتی اور خاندانی مفادات کی نمائندگی کرنے والے تھے۔

اور یہاں سے عرب اسرائیل نزاع کو امریکہ اور روس کے نزاع کے توسط سے دنیا کو دکھایا جانے لگا۔

یہ نئی ٹیکنیک، صدر ناصر کی زندگی میں زیادہ آگے نہ بڑھ سکی لیکن ان کی وفات کے بعد اسرائیل نزاع کا پورا مسئلہ۔ اس نظر سے دکھایا جانے لگا کہ اس سلسلہ میں امریکہ کی ڈپلومیسی کیا ہے اور روس کی ڈپلومیسی کیا ہے۔ حتّٰی کہ سنہ ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ کا پیش منظر اس رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔

اس ٹیکنک اور ترکیب کے ساتھ، مفاہمت کی موجودہ منزل سامنے لائی گئی ہے اب عرب دنیا میں اس مفاہمت پر جو ردِعمل سامنے آیا ہے وہ مصر کی طرف سے صرف قبول کر لینے کا ہے کسی اطمینان اور کامیابی کے خوش و خروش کا نہیں ہے اور شام وغیرہ کی طرف سے ناپسندیدگی کا جبکہ فلسطینی عوام کی طرف سے اسے یکسر مسترد کر دینے کا ردِعمل سامنے آیا ہے۔

اس پورے پس منظر میں جس کی تفصیلات کئی جلدوں کی متقاضی ہیں اور جس کے بنیادی اشارات یہاں پیش کر دیے گئے ہیں۔ موجودہ، مصر اسرائیل مفاہمت کی حیثیت اور قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جانا چاہیے۔ تب ہی صحیح نتیجہ پر پہنچا جا سکے گا۔

اس مفاہمت کے جواز میں صدر سادات کا یہ جملہ بڑا ہی معنی خیز ہے کہ ”دنیا کو عربوں کے ساتھ ہمدردی ہو سکتی ہے، لیکن وہ اسرائیل کو نقصان پہنچانے کی روادار نہیں ہے“

اور اسی کے ساتھ ہی شام کے صدر کا یہ ردِعمل بھی بڑا اہم ہے کہ ”اس مفاہمت سے عرب جدوجہد معطل ہو جائے گی“

ان دونوں جملوں سے مفاہمت کی پس پردہ حقیقتوں کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ہاں مگر عرب عوام کی جدوجہد اور مقاصد کی راہ کو، کیا اس مفاہمت کی گرد میں، اور عرب اسرائیل نزاع کو، امریکہ اور روس کے نزاع کا رنگ دے کر گم یا ختم کیا جا سکتا ہے؟

شاید یہ ممکن نہ ہو۔ اس لیے کہ عربوں کی۔ عرب مسلمانوں کی ماضی کی تاریخ ہمیں یہ ہی بتاتی ہے اور عالمی تاریخ کا حالیہ دھارا بھی اس سمت کو نہیں موڑا جا سکے گا۔

علمی ذوق

یحییٰ ابن جعفر بیکندی کا بیان ہے کہ علی ابن عاصم کے حلقۂ درس حدیث میں تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے۔ یزید بن ہارون نے جب بغداد میں درس حدیث دیا تو اس میں ستر ہزار حاضرین کا تخمینہ کیا گیا۔

ایک مرتبہ سلیمان ابن حرب کے واسطے بغداد میں قصر خلافت کے قریب ایک بلند جگہ منبر کی مثل تیار کی گئی تاکہ اس پر بیٹھ کر املائے حدیث کریں۔ اس مجلس میں امیر المومنین مامون الرشید اور تمام امرائے خلافت حاضر تھے جو لفظ امام ممدوح کے منہ سے نکلتا تھا اس کو امیر المومنین اپنے قلم سے لکھتے جاتے۔ جب حاضرین درس کا تخمینہ کیا گیا تو چالیس ہزار نفوس اندازے میں آئے۔

امام عاصم ابن علی املائے حدیث کے لیے بغداد سے باہر نخلستان میں ایک بلند چبوترے پر بیٹھے تھے ان کے مستملی ہارون نے اپنے کھڑے ہونے کے لیے ایک خمدار کھجور کا درخت پسند کر رکھا تھا۔ خلیفہ معتصم باللہ نے ایک بار اپنا ایک معتمد مجلس کے شرکا کا اندازہ کرنے کے لیے بھیجا معتمد نے اندازہ کیا تو ایک لاکھ بیس ہزار حاضرین موجود تھے۔

احمد بن جعفر راوی ہیں کہ جب ابو مسلم بغداد میں آئے تو رحبۂ غسانؒ کے مقام پر انھوں نے حدیث کا املاء کرایا۔ سات مستملی کھڑے ہوتے جو ایک دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتے تھے اور لوگ کھڑے کھڑے حدیث میں مصروف تھے۔ یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ کتنے آدمی اس وسیع و عریض میدان میں موجود تھے۔ میدان کی پیمائش کی گئی اور دواتوں کا شمار کیا گیا۔ کچھ اوپر چالیس ہزار دواتیں شمار ہوئیں۔ جو لوگ لکھنے نہ تھے محض سمعاً شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج تھے۔

جب شیخ وقت فریابیؒ نے بغداد میں املائے حدیث کیا تو تین سو سولہ مستملی ان کی مجلس میں حاضر تھے اور حاضرین تقریباً تین ہزار۔ ابوالفضل کا بیان ہے کہ جب میں نے فریابیؒ سے حدیث سنی تو تقریباً دس ہزار آدمی ان کے پاس ایسے پڑھنے آتے تھے جو دوات قلم لے کر بیٹھتے تھے۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں یہ شوق رسول کریم کے اقوال و احوال کا تھا کہ اہل اسلام ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار دواتیں لے کر حاضر ہوتے تھے۔

امام بخاریؒ کے صرف ایک شاگرد فربری سے نوے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کی تھی۔

جب فرّاؒ نے اپنی تصنیف کتاب (فن ادب) کا املا کرایا تو لوگوں نے حاضرین کا شمار کرنا چاہا، مگر کثرتِ ہجوم کی وجہ سے نہ کر سکے۔ صرف قاضیوں کو گنا تو اَسّی تھے۔

مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا۔ اور باوجود شیوخ کی اس کثرت کے میں پل اتر کر نہیں گیا یعنی ایک ہی شہر میں آٹھ سو اساتذہ حدیث ان کو ایسے مل گئے جو شیخ کے لقب سے ملقب تھے۔

سنہ ۱۳۱۹ھ میں خلیفہ عباسی مقتدر باللہ کو یہ سن کر سخت افسوس ہوا کہ شہر بغداد میں ایک شخص کی جان کسی طبیب کی جہالت کی نظر ہو گئی آئندہ انسداد کے لیے رئیس الاطباؒ ابن ثابت کے نام یہ حکم صادر کیا گیا کہ تمام اطبائے بغداد کا امتحان لیا جائے جو امتحان میں کامیاب ہوا اس کو سند عطا ہو اور جو ناکامیاب رہیں ان کو علاج کرنے سے روک دیا جائے۔ مزید احتیاط کی غرض سے اس بات کی تشریح بھی ہو کہ سند حاصل کرنے والے فلاں فلاں قسم کے امراض کا علاج کر سکتے ہیں۔ تاکہ وہ انہی امراض کا علاج کر سکیں جن میں انہیں پوری پوری مہارت حاصل ہو اس ساری چھان بین کے بعد جن اطباء کو دارالخلافہ کے دونوں حصوں میں سند علاج عطا کی گئی ان کی تعداد نو سو تھی۔ مزید برآں وہ اطبا اس شمار سے فارغ رہے جو بوجہ فضل و کمال امتحان سے مستثنیٰ رہے یا جن کو سرکار خلافت میں تعلق حاصل تھا۔

امام ادب نضر بن شمیلؒ جب بصرے سے خراسان کو جانے لگے تو تین ہزار آدمی شہر سے ان کی مشایعت کو ایسے نکلے جو یا نحوی تھے یا لغوی عروضی یا محدث اور مورخ۔

ابن الاعرابی کوفی نے ایک روز اپنے درس میں دو آدمیوں سے جو کہ باہم گفتگو کر رہے تھے۔ ان کا وطن دریافت کیا۔ ایک نے اپنا وطن اسبیجاب (متصل سرحد چین) بتایا دوسرے نے اسپین۔ ابن الاعرابی کو حیرت ہوئی کہ کس قدر

دور دراز کے علاقوں کے لوگوں کو شوق علم کی کشش ان کی مجلس میں کھینچ لاتی تھی۔

امام ابو العباس نے ایاّم طالب علمی میں والدہ سے اجازت چاہی کہ امام قتیبہ کی خدمت میں رہ کر فیضیاب ہوں مگر اجازت نہ ملی۔ جب ان کی والدہ رحلت فرما گیئں تو یہ بلخ پہنچے۔ وہ ان کے پہنچنے سے پہلے وفات پا چکے تھے کسی جلیل القدر استاذ کے فیض سے محروم رہ جانا ان دنوں دنیائے اسلام میں ایک ایسی مصیبت سمجھی جاتی تھی کہ لوگ ابو العباس کے پاس ان کی محرومی کی تعزیت کرنے کے لیے آئے۔

حافظ ابونعیم کی کتاب الحلیہ کا پہلا نسخہ جب نیشاپور پہنچا تو وہاں اس کی یہ قدر ہوئی کہ چار سو اشرفی کو فروخت ہوا۔

عورتوں میں علمی ذوق

امام یزید بن ہارونؒ کو آخری عمر میں ضعف بصادت نے کتاب بینی سے معذور کر دیا تھا ان کی جاریہ اس مصیبت میں ان کے کام آئی اور وقت ضرورت کتابیں دیکھ کر ان کے لیے حدیثیں یاد کر لیتی۔

ابن سماکؒ کوفی نے جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے ایک مرتبہ تقریر کرنے کے بعد اپنی جاریہ سے پوچھا کہ میرا طرز بیان کیسا ہے۔ سخن شناس جاریہ نے کہا کہ تقریر تو اچھی ہے لیکن نقص یہ ہے کہ آپ ایک ہی بات کو بار بار کہتے ہیں ابن سماک: میں اعادہ کلام اس لیے کرتا ہوں کہ جو مخاطب اول مرتبہ نہ سمجھے ہوں وہ بھی سمجھ جائیں۔ جاریہ۔ جب تک کم فہم سمجھیں گے سمجھنے والے مکدر ہو چکے ہوں گے۔

امام ابن جوزی کو ان کی والد تین برس کا چھوڑ کر رحلت کر گئے تھے۔ باپ کے بعد ان کی کفالت ان کی پھوپھی نے کی امام ابن جوزی کی بہت چھوٹی عمر تھی کہ ان کی پھوپھی ان کو لے کر علماؑ کے حلقۂ درس میں جایا کرتی تھیں تاکہ بچپن سے ہی ان کے کان علمی باتوں سے آشنا ہوں۔ اس خبط اوقات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن جوزی دس برس کی عمر میں وعظ فرمانے لگے اور دنیا کے جلیل القدر امام ہو گئے۔

عربی کے ریاضیات میں شرح چغمنی جس پایے کی کتاب ہے اس سے ہر ایک مشرقی علوم حاصل کرنے والا طالب علم واقف ہے لیکن یہ بات بہت کم معلوم ہو گی کہ اگر قاضی زادہ روم کی بہن اپنے بھائی کی مدد نہ کرتی تو ہمارے کتبخانے اس مشہور کتاب سے محروم رہتے۔ شارح چغمنی نے ابتدائی علوم کی تحصیل اپنے وطن روم میں کی تھی جب انھوں نے اساتذہ عجم کے کمال کا شہرہ سنا تو خراسان کا شوق ان کے دل میں پیدا ہو گیا۔ اور خاموشی سے سامان سفر کرنے لگے ان کی عظیم بہن اپنی زیرکی سے بھائی کے ارادے کو پا گئی۔ اور بجائے اس کے کہ رو پیٹ کر گھر بھر دیتی۔ اپنا بہت سا زیور بھائی کے سامان سفر میں چھپا چھپا کر رکھ دیا تاکہ مسافرت میں خرچ کی طرف سے پریشان نہ ہو۔

امرا میں علمی ذوق

استاد ابن عمید وزیر آل بویہ نے ایک دفعہ بیان کیا کہ میں اس خیال باطل میں تھا کہ وزارت و ریاست سے زیادہ پُر لطف کوئی چیز نہیں مگر جب میں نے سلیمان ابن ایوب طبرانی اور جعانی کا مناظرہ سنا تو اس لطف کو بھول گیا۔ اس مناظرے میں طبرانی قوت حافظہ کے زور سے اور جعانی جودت طبع سے ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کر رہے تھے یہاں تک کہ ان کی آوازوں میں بلندی پیدا ہونے لگی۔ حتّٰی کہ جوش میں جعانی نے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی حدیث ہے جو سارے عالم میں کسی کے پاس نہیں۔

طبرانی ۔ بسم اللہ کیجیے۔ سنائیے۔

جعانی نے سلسلۂ روایت شروع کیا ابوخلیفہ تا سلیمان ابن ایوب طبرانی۔ سلیمان ابن ایوب میرا ہی نام ہے اور ابو خلیفہ نے یہ حدیث مجھ سے حاصل کی تھی۔ اب تم مجھ سے اس کی سند حاصل کرو۔ جعانی یہ سن کر دم بخود رہ گئے۔ مجھ کو طبرانی کی اس وقت کی فرحت دیکھ کر یہ تمنّا ہوئی کہ کاش میں وزیر کی بجائے طبرانی ہوتا اور یہ لطف و فرحت مجھ کو نصیب ہوتا۔

ادیب بے مثل صاحب ابن عباد فخر الدولہ کے وزیر تھے ایک موقع پر امیر بخارا نوح سامانی نے اپنی وزارت کے لیے ان کو درپردہ طلب کیا۔ ابن عباد نے خفیہ نہ آسکنے کے جو عذر لکھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ صرف میری کتابوں کو اٹھانے کے لیے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہے۔ وزیر ممدوح کے ہمراہ ہر سفر میں اتنی کتابیں ہوتی تھیں کہ ان کو اٹھانے کے لیے تیس اونٹ درکار ہوتے تھے۔

علامہ موفق الدین بغدادی ایک بار قاضی فاضل سے ملے جو سلطان صلاح الدین کے سب سے زیادہ مقرب امیر تھے۔ جب یہ ان کی خدمت پہنچے تو ان کو اس حال میں پایا کہ خود لکھ رہے تھے اور دو کاتبوں کو املا کرا رہے تھے۔ اور مضمون بتاتے جاتے تھے۔ جب یہ پہنچے تو ان سے بہت علمی اور نازک سوالات کیے مگر لکھنا برابر جاری رکھا۔ علامہ ممدوح بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص سراپا قلب و دماغ معلوم ہوتا تھا۔ دوران تحریر میں ان کے لب اور چہرے سے جو رنگ رنگ کے حرکات نمودار و ظاہر ہوتے تھے۔ ان سے صاف پتہ چلتا تھا کہ کسقدر ولولہ ان کی طبیعت میں مضمون آفرینی کا تھا۔

مولانا حفظ الرحمن سہاروی

اصول معاشیات
قرآن عزیز کی روشنی میں

درجاتِ معیشت

اگرچہ حقِ معیشت میں سب مساوی ہیں، لیکن درجاتِ معیشت میں مساوی نہیں اور معیشت میں درجات کا تفاوت ایک حد تک فطری ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ سب کے لیے سامان معیشت ایک ہی طرح کا ہو، لیکن یہ ضروری ہے کہ ہو سب کے لیے، مگر درجات کا یہ تفاوت ایسے اعتدال پر قائم رہے کہ کسی حالت میں بھی وہ لوگوں کے درمیان وجہِ ظلم نہ بن سکے۔ یعنی تفاوتِ درجات تو ہو، نہ ایسا کہ "معیشت" انسانوں کو دو طبقوں میں اس طرح تقسیم کر دے کہ ایک کی ترقی دوسرے کے فقر و افلاس کا سبب بنے اور دوسرا پہلے کے معاشی اغراض کا آلۂ کار بن کر رہ جائے قرآن عزیز نے اس تفاوتِ درجات کو اس طرح بیان کیا ہے۔

ترجمہ: "دنیوی زندگی میں ہم نے لوگوں کی معیشت ان کے درمیان تقسیم کر دی ہے اور اس کو اس طرح کر دیا ہے کہ بعض کو بعض پر درجۂ معیشت میں بلندی حاصل ہے" (زخرف ۳)

"اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں فراخی دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی ڈالتا ہے" (رعد ۲)

"اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور بعض کو بعض پر مرتبے دیئے تاکہ جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے" (انعام ۲۰)

"خدا تعالیٰ نے تم میں بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی، پھر ایسا نہیں ہوتا کہ جس کسی کو زیادہ روزی ہے وہ اپنی روزی کو اپنے زیرِ دستوں پر لوٹا دیں کہ اس روزی میں سب برابر ہو جائیں۔ پھر کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کے صریح منکر نہیں ہو رہے" (نحل ۱۰)

گویا رزق میں تفاوتِ درجات کی مصلحت ایک خاص قسم کی آزمائش پر مبنی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ایک جانب غنی کو صاحبِ ثروت بنا کر اس سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ "ثروت" کو "تنہا" اپنی ملکیت نہ سمجھے، بلکہ "انفرادی ملکیت" کے باوجود یہ یقین رکھے کہ وہ جس قدر زیادہ کمائے گا اسی قدر اس کی دولت پر اجتماعی حقوق زیادہ عاید ہوں گے۔ اس لیے کہ وہ صرف اپنے لیے ہی نہیں کماتا، بلکہ جماعت کے دوسرے افراد کے لیے بھی کماتا ہے۔

نیز یہ ذہن نشین رہے کہ درجات کا یہ تفاوت جماعت کے دوسرے افراد کو محروم المعیشت بنانے اور ذاتی اغراض کی خاطر معاشی دستبرد کرنے کے لیے نہیں ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ خدا کی نعمت (عطاءِ ثروت) کا منکر ہے، کیونکہ یہاں دولت و سرمایہ کا مقصد زیادہ سے زیادہ نفع اندوزی نہیں، بلکہ انفرادی ضروریات و حاجات کے ساتھ اجتماعی حاجات و ضروریات کی تکمیل ہے۔

اور دوسری جانب غیر متمول سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ متمول افرادِ ملت کے تمول کو دیکھ کر خدا کے ساتھ کفران اور ناشکرگذاری نہ اختیار کرے اور نہ حسد و بغض کو دل میں جگہ دے، بلکہ طمانیت کے ساتھ اپنی مختصر فارغ البالی اور خوش حالی پر شاکر رہے[1]۔ اور یا پھر جد و جہد میں آگے بڑھ کر اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ان تمام حقوقِ معیشت سے متمتع ہو اور غناء و دولت حاصل کرے جن کو تمام مخلوقِ خدا کے لیے عام اور مساوی کر دیا گیا ہے اور دوسرے افرادِ ملت کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں کو اپنے حاصل کردہ مال پر اسی طرح عاید کرے جس طرح قانونِ اسلامی نے دوسرے اربابِ دولت پر عاید کیے ہیں۔

احتکار و اکتناز کی حرمت

۳۔ دولت اور سرمایہ داری کے وہ اصول قطعاً ناقابلِ تسلیم ہیں جن میں احتکار اور اکتناز کی کوئی صورت بھی بن سکے اور ان سے دولت منتشر پھیلنے اور تقسیم ہونے کی بجائے سمٹ کر خاص حقوق

---

[1] لفظ فارغ البالی اس لیے کہا گیا ہے کہ اسلامی نظام حکومت میں کسی فرد کا محروم المعیشت رہنا ناجائز ہے۔

اور مخصوص طبقوں میں محدود ہو جاتے اور اس طرح عام انسانی زندگی کو مفلوک الحال بنا دے "اکتناز و احتکار" کی حرمت اور انفاق کے وجوب کے لیے درج ذیل آیات قابلِ توجہ ہیں۔

ترجمہ: "اور جو لوگ خزانہ بنا کر رکھتے ہیں سونے اور چاندی کو اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ جس روز کہ اس مال پر جہنم کی آگ دھکائی جائے گی پھر اس سے داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں پہلو، ان کی پیٹھ (اور کہا جائیگا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے واسطے گاڑ رکھا تھا اور چکھو مزا اپنے گاڑنے کا۔" (توبہ۔ ۵)

"فقراء و مساکین، قرابت داروں اور یتیموں وغیرہ پر اللہ تعالےٰ نے جو خرچ کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے اس لیے ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ مال و دولت صرف دولت مندوں میں محدود ہو کر رہ جائے۔" (حشر ۱)

"صدقات اور کسی کے لیے نہیں ہیں صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے لیے جو صدقات کے وصول کرنے پر مامور ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں کلمۂ حق کی الفت پیدا کرنی ہے اور ان کے لیے جن کی گردنیں (غلامی سے) آزاد کرانی ہیں اور قرضداروں کے لیے جو کہ قرض کے بوجھ سے دبے ہوتے ہیں اور اللہ کی راہ میں صرف کرنے کے لیے (یعنی مجاہدین اور اعلاء کلمۃ اللہ میں مصروف رہنے والوں کے لیے) اور مسافروں کے لیے) یہ اللہ کی جانب سے ٹھہرائی ہوئی بات ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

(توبہ۔ ۸)

"اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔"

(بقرہ)

"اور ہم نے ان کی جانب (انبیاء علیہم السلام کی جانب) وحی کی نیک کاموں کے کرنے کی اور نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ تمہارے عبادت گزار تھے۔"

(انبیاء۔ ۵)

"اور جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے ہی خرچ کر لو کہ تم میں کسی کے پاس موت آ موجود ہو۔"

(منافقون ۲۰)

"اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (یعنی انفاق فی سبیل اللہ سے رکنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے)"

(بقرہ۔ ۲۴)

ان آیات میں اداء زکوٰۃ و صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن کریم میں ایک بہت بڑا ذخیرہ ان ہی احکام کی ترغیب و ترہیب، ان سے متعلق احکام اور تفصیلات پر مبنی ہے اور ان سب کی روح یہ ہے کہ دولت و ثروت "جمع و ذخیرہ" کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف و خرچ کے لیے ہے اور اس کا مصرف ذاتی و انفرادی تعیش کی بجائے انفرادی و اجتماعی ضروریات کی کفالت ہے۔

اسی لیے ان آیات کی تفسیر میں "جمہور" کا مسلک یہ ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ اور دوسرے مالی فرائض ادا نہ کیے گئے ہوں تو وہ مال احتکاد و اکتناز کی فہرست میں شامل اور "کنز" سے متعلق وعید کا مصداق ہے۔ اور اسی قسم کی دولت و ثروت کا نام "سرمایہ داری" ہے اور یہ حرام اور باطل اور تباہ کر دینے کے قابل ہے۔

اور اپنی ضروریات اور اہل و عیال کی حاجاتِ اصلیہ (وہ تمام اخراجات و مصارف نظامِ اسلامی میں غیر معتبر اور باطل ہیں جو اس کی نگاہ میں ممنوع یا حرام ہیں) اور مالی فرائض و واجبات کی ادا کے بعد بھی دولت باقی بچے تو اس کا پس انداز کرنا اگرچہ جائز ہے مگر خلاف اَولیٰ ہے کیونکہ اب اس مال پر اجتماعی حقوق عائد ہو چکے ہیں اور اب اس کو اجتماعی حاجات میں صرف ہونا چاہیے۔

جمہور کے خلاف حضرت ابوذر[1] غفاری رضؓ اور بعض علماء اسلام اس کو بھی جمع کر کے رکھنا حرام بتلاتے ہیں اور ان آیاتِ زکوٰۃ و صدقات اور منع اکتناز و احتکار کے علاوہ آیاتِ میراث اور قانونِ وراثت بھی اسی حکمت پر مبنی ہے کہ دولت و ثروت "جمع و ذخیرہ" کے لیے نہیں ہے بلکہ تقسیم اور پھیلنے کے لیے ہے تاکہ اس کا افادہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو۔

فاسد نظامِ معیشت کا انسداد اور سرمایہ و محنت میں عادلانہ توازن

۴۔ خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات میں کوئی ایسا معاملہ جائز نہیں ہے جس سے فاسد نظامِ معیشت بروئے کار آئے یا اس کو کسی قسم کی بھی اعانت پہنچے یا محنت

---

[1] حضرت ابوذر غفاری کا مذہب یہ تھا کہ اہل و عیال کے نفقہ سے زیادہ روپیہ جمع رکھنا قطعاً حرام ہے۔

معیشت کے لیے جائز جدوجہد بے حقیقت ہو کر رہ جائے۔ اور اس طرح محنت اور سرمایہ کے درمیان اعتدال اور توازن باقی نہ رہے۔ اسی لیے اس نے ربوا (سود) کے ہر قسم کے تجارتی کاروبار قمار (جوا) کی تمام ظاہر و خفی اقسام و اصناف احتکار و اکتناز کی تمام اشکال اور اسی طرح کے عقود فاسدہ کی دوسری تمام صورتوں کو ناجائز اور مردود قرار دیا اور معاملات کے کسی شعبہ میں بھی "فاسد معاشیات" دخیل اور بروئے کار نہیں آنے دیا اور دوسرے شعبوں کی طرح معاملات کے اس شعبے میں بھی عدل و انصاف ہی کو اساس بنیاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ حسب ذیل تصریحات اس کی شاہد ہیں۔

ترجمہ: "اللہ نے خرید و فروخت کے معاملات کو حلال کیا ہے اور سودی کاروبار کو حرام کر دیا ہے" (بقرہ - ۳۸)

اللہ تعالےٰ سودی کاروبار کو مٹاتا اور صدقات و خیرات کو ترقی دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ کسی ناشکر گزار گنہگار کو دوست نہیں رکھتا" (بقرہ - ۳۸)

"بے شک شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک ہیں کار شیطان ہیں۔ پس ان سے بچو" (مائدہ - ۱۲)

"خرابی ہے کمی کرنے والوں کے لیے۔ ان لوگوں کے لیے کہ جب ماپ کر لیں لوگوں سے تو پورا پورا بھر لیں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں" (مطففین)

"اور تول کر دو برابر وزن کے ساتھ" (شعراء۔ ۱۰۱)

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے (ناجائز طریقہ) سے نہ کھاؤ۔ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت ہو تو اس طرح کھا سکتے ہو (گویا ہر شخص اپنے حصہ کے مطابق اپنا حق لے)" (نساء۔ ۵)

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رح حجۃ اللہ البالغہ میں اسی اساسی اصول کی روشنی میں "باب الابتغا الرزق" کے عنوان سے حسب ذیل نہایت پر شوکت اور مدلل مضمون تحریر فرماتے ہیں "یہ واضح رہے کہ اللہ تعالےٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا اور زمین میں ان کی معاشی حیات کے لیے سب کچھ سامان فراہم کر دیا اور ان سب کو سب کے لیے مباح اور عام کر دیا۔ تو ان سے متمتع ہونے میں مخلوقات کے درمیان مزاحمت اور مناقشت شروع ہو گئی۔ تب اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ جب کوئی شخص سبقت اور پہل کر کے کسی شئے کو اپنے قبضہ میں کر لے یا مورث کے قبضہ کی وجہ سے اس کی وراثت میں آجائے یا ان کے علاوہ اسے دوسرے طریقوں سے اس کا قبضہ ہو جائے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک جائز طریقے قرار پا چکے ہیں تو اسی صورت میں اب کسی دوسرے شخص کو اس کی مقبوضہ شئے میں مزاحمت کا حق نہیں ہے۔ البتہ دوسرے کی مقبوضہ شئے کو حاصل کرنے کا جائز طریقہ یہ ہے کہ یا خرید و فروخت اور لین دین کے ذریعہ تبادلہ کی شکل پیدا کرے یا معتبر طریقوں سے باہمی رضامندی کا معاملہ اس طرح انجام پا جائے کہ ہر دو جانب میں اس کے متعلق صحیح علم ہو اور اس معاملہ میں نہ التباس اور دھوکا کا دخل ہو اور نہ خلط ملط کرنے کی کوشش کی گئی ہو نیز جب کہ انسان مدنی الطبع واقع ہوئے ہیں تو ان کی معاشی زندگی باہمی تعاون و اشتراک کے بغیر ناممکن ہے اس لیے اللہ تعالےٰ نے تعاون اور باہمی اشتراکِ عمل کو واجب کر دیا اور یہ بھی لازم قرار دیا کہ کسی فرد کو بھی ایسے امور سے کنارہ کش ہونے کا حق حاصل نہیں ہے۔ جو تمدن میں دخیل ہیں مگر یہ کہ کسی شخص کو بعض مجبور کن حالات ایسا کرنے پر مجبور کر دیں۔

نیز اسبابِ معیشت کے "اسباب" میں اصل الاصول یہ ہے کہ اموالِ مباح میں سے کسی شئے کو اپنے قبضہ میں لیا جائے یا ان اموالِ مباح کے وسیلہ سے جو کہ مالی ترقی کا ذریعہ بنا کرتے ہیں اپنے مقبوضہ اور مشخصہ مال کو ترقی دی جائے۔ مثلاً چرائی کے ذریعہ چوپائیوں کی افزائش نسل یا زمین کی درستگی اور پانی کی سیرابی کے ذریعہ زراعت و کاشتکاری۔ لیکن مال مباح کو اپنے لیے خاص کرنے یا دوسرے مباح اموال کو اپنے مال کی ترقی کا ذریعہ بنانے میں شرط اولین یہ ہے کہ تصرفات اس طرح عمل میں نہ آنے پائیں کہ ایک فرد دوسرے فرد کے لیے معاشی ذرائع کی تنگی اور ضیق کا باعث بن جائے اور اس طرح تمدن کو فاسد اور برباد کر دے یعنی جبکہ حلال وسائلِ معاش سب کے لیے یکساں طور پر مباح اصل ہیں تو اب کسی شخص کو اپنے شخصی معاش کے لیے اسی قدر اس میں تصرّف اور دعویٰ ملکیت جائز ہے کہ اس کا یہ عمل دوسروں کی معاشی زندگی کی پریشانی کا باعث نہ بن جائے۔ اور اس کی دولت مندی دوسروں کے افلاس اور فقر و فاقہ کا سبب نہ ثابت ہو)

پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ اگر ”معاشی معاملات“ میں لوگوں کے درمیان باہمی تعاون اور اشتراک عمل کے ذریعہ مالی ترقی و نمو بروئے کار نہ آئے تو تمدن کا صالح اور صحیح رہنا دشوار سے دشوار تر ہو جائے گا۔ مثلاً ایک چاہتا ہے کہ وہ تجارتی مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جائے اور ایک معین مدت کے لیے وہ اس ایاب و ذہاب کی گارنٹی چاہتا ہے (یعنی تجارت کو ذریعہ معاش بناتا ہے) یا مثلاً ایک دوسرا شخص اپنی عملی جد و جہد کے ذریعہ دوسروں کے مال کی دلالی کرتا ہے (یعنی محنت کو ذریعہ معاش بناتا ہے) یا ایک تیسرا شخص اپنی نئی نئی پسندیدہ ایجادات کے ذریعہ دوسروں کے مال کو بیش قیمت اور بہتر بناتا ہے (یعنی صنعت و حرفت کو وسیلۂ معاش بناتا ہے) اور اس طرح دوسرے جائز طریقے اختیار کرتا ہے تو ان سب صورتوں میں تعاون کے بغیر معاشی زندگی میں استواری پیدا نہیں ہو سکتی۔ بہرحال ان تمام معاملات میں صحیح تعاون و اشتراکِ عمل ضروری اور واجب ہے اور اگر یہ مالی ترقی ایسے طریقے سے کی جائے کہ اس میں سرے سے تعاون کا کوئی دخل ہی نہ ہو۔ جیسا کہ قمار (جوا) کا کاروبار یا ایسے طریقے سے عمل میں آئے کہ بظاہر تو تعاون نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہ زبردستی کا تعاون ہو حقیقی تعاون نہ ہو جیسا کہ ربوا (سود) کا کاروبار اس لیے کہ یہ بات بہت صاف ہے کہ ایک مفلس اور نادار اپنی معاشی پریشانیوں کی وجہ سے اپنے ذمہ ایسی ذمہ داریوں کو لے لینے کے لیے مجبور مضطر ہو جاتا ہے جن کو پورا کرنے کی اپنے میں طاقت نہیں پاتا اور اس کی اس قسم کی رضامندی ہرگز رضامندی نہیں کہلائی جا سکتی پس اس طرح کے کاروبار نہ پسندیدہ اور جائز معاملات کہلاتے جا سکتے ہیں اور نہ ان کو معاشیات کے اسبابِ صالحہ کہا جا سکتا ہے نہ بلاشبہہ اس قسم کے تمام معاملات حکمتِ تمدن کی نگاہ میں باطل اور ظلم ہیں۔“

(حجۃ اللہ البالغہ - ج ۲ - ص ۲۰۲)

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے صرف اس آخری اصول ہی پر روشنی نہیں پڑتی بلکہ اصول چہارگانہ کی ایک جامع اور مبسوط تفصیل سامنے آ جاتی ہے۔ یعنی

معیشت میں فطری تفاوتِ درجات کے باوجود تمام مخلوق یکساں اور برابر ہے۔ (یعنی حق معیشت میں) اور خدا نے تمام معاشی وسائل میں زمین اور پیداوارِ زمین کو سب کے مباح الاصل پیدا کیا ہے اور تعین و تشخیص جائز قبضہ سے ہی وجود میں آتی ہے۔

کسی فرد کو ان اموال مباح میں اسی قدر اور اسی طریق سے قبضہ و تصرف جائز ہے کہ اس سے دوسرے فرد کے لیے معاشی ضیق کے اسباب پیدا نہ ہو جائیں۔

نیز معاشی معاملات میں ”باہمی تعاون و اشتراکِ عمل“ واجب اور ضروری ہے۔

اور یہ تعاون ایسے صحیح اور صالح طریقوں پر مبنی ہونا چاہیے کہ اس سے نظامِ تمدن میں ابتری نہ پھیل جائے۔ یعنی ان کے ذریعہ معاشی معاملات میں ایک دوسرے کو مدد ملے نہ یہ کہ ایک کا فائدہ دوسرے کی مضرت پر موقوف ہو کر رہ جائے۔

اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ کائنات میں ایک ”صالح معاشی نظام“ موجود ہو جو خدائے تعالےٰ کے حکم اور منشاء کو پورا کرتا ہو۔

پس اس ”صالح معاشی نظام“ میں وہ تمام معاملات ناجائز اور حرام ہیں جن میں باہمی تعاون کا مطلق دخل نہ ہو بلکہ ایک فرد کی تباہی اور مضرت پر دوسرے فرد کی مالی منفعت کا مدار ہو جیسا کہ مثلاً قمار (جوا) خواہ وہ غیر مہذب طریقوں سے عمل میں آئے یا سٹہ اور لاٹری وغیرہ جدید مہذب طریقہ ہائے تجارت کے ذریعہ سے۔

اور وہ معاملات بھی ناجائز و حرام ہیں جن میں بظاہر اگرچہ باہمی رضا اور تعاون نظر آتا ہو۔ لیکن اس کی تہ میں زبردستی کے سوا اور کچھ نہ ہو جیسا کہ مثلاً ربوا (سودی لین دین) اور ایسے تمام اجارات و معاملات جن میں ایک جانب سرمایہ دار کا سرمایہ ہے اور دوسری جانب ایک مفلس نادار کی اضطراری ضرورت اور سرمایہ دار مفلس کے افلاس اور اس کی اضطراری حاجت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اجارہ، رہن اور دوسرے معاملاتِ لین دین میں اس سے ایسی شرائط منظور کرا لیتا ہے جو انصاف اور عدل کی نگاہ میں کسی طرح جائز نہیں تھیں مگر مفلس کے افلاس اور ضرورت مند کی ضرورت نے ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا۔

پس اس قسم کے تمام معاملات اگرچہ باہمی رضامندی سے بھی طے پا جائیں تب بھی اسلام اور خدائے کائنات کے نزدیک باطل اور ظلم ہیں اور ”صالح معاشی نظام“ میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں خواہ ان کے ظاہری فائدے کتنے ہی خوشگوار کیوں نہ ہوں۔ اس لیے کہ اس قسم کے کاروبار کا آخری نتیجہ عوام کی فلاکت و افلاس اور ایک مخصوص طبقہ کی مالی اجارہ داری کے سوائے اور کچھ نہیں ہے اس لیے یہاں مہاجنی سود کا کاروبار بھی ملعون ہے اور سودی بینکوں کا سسٹم بھی مذموم و مطرود اور یہاں مستاجروں کے وہ تمام طریقہ ہائے تجارت بھی حرام ہیں جن میں اجیر کے جائز اور عادلانہ اجرت و حقوق کی حق تلفی ہو۔ اور اس کے اضطرار اور پریشان حالی سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہو اور اجیر کی وہ خیانت بھی ناجائز جس سے وہ صاحب سرمایہ کو ناحق نقصان پہنچانے کی سعی کی جاتی ہو۔

بہرحال ”معاشی نظام سے متعلق“ اتنا ثابت

باقی صفحہ ۴۴ پر

مدرسوں کی نیشنلائزیشن کے موقع پر

عین ۔ ح ۔ راولپنڈی

مفتی محمود نے فرمایا؟

مدارس عربیہ میں سرکاری مداخلت، مداخلت فی الدین ہے

آج ۲۹ اگست ہے۔ ایوب خاں کی آمریت کو للکارنے والے ایک غیر ملکی مہمان، آنجہانی لیوشاؤچی کی پاکستان آمد کے موقع پر پاکستانی لڑکیوں سے راولپنڈی کی سڑکوں پر ڈانس کرانے کے خلاف آواز بلند کرنے کے جرم میں دریا آباد میں نظر بندی کے دو سال گذارنے والے، غیرت اسلامی کے پیکر، شرک و بدعت اور لادینی کے طوفانوں میں اسلام کی شمع جلانے والے "تفسیر جواہر القرآن" کے مفسر، "شیخ القرآن" حضرت مولانا غلام اللہ خاں کے دارالعلوم تعلیم القرآن سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کی رسم دستار بندی کی تقریب منعقد ہے۔ شیخ الہند محمود الحسن اور شیخ العرب والعجم حسین احمد مدنی کی امانتوں کے امین و ان کی جرأت و دلیری کی نشانی، امام انقلاب عبید اللہ سندھی اور ابوالکلام آزاد کی سیاسی بصیرت کی نشانی، کاروان حریت کے "رضاکار" عطاء اللہ شاہ بخاری، حسام الدین، چوہدری افضل حق کی "خارزار راہوں" کے راہی اور خاندان ولی اللہ و انور شاہ کشمیری کے علم کے وارث، قائد جمعیۃ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب، مہمان خصوصی کی حیثیت سے اپنے متبرک ہاتھوں سے طلباء کی دستار بندی کر رہے تھے۔

وہ مسجد، جہاں سے توحید و سنت کی ضوفشاں کرنیں، راولپنڈی ہی نہیں، پاکستان ہی نہیں، برصغیر ہی نہیں، ایشیا ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں پھیل چکی ہیں۔ وہ مسجد جہاں سے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت نے جنم لیا۔ وہ مسجد جہاں کے تپتے ہوئے فرش سے عائلی قوانین، خاندانی منصوبہ بندی اور دیگر غیر اسلامی، ایوبی حرکات کا مقابلہ کیا گیا۔ وہ مسجد، جہاں سے ایوبی آمریت کے خلاف، راولپنڈی کے طالب علموں کو "شیخ القرآن نے" سٹیج مہیا کیا۔ وہ مسجد جہاں سے یحییٰ خاں کے فوجی ٹولے کے خلاف آوازیں بلند ہوئیں، وہ مسجد جہاں سے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت نے اسلام آباد کے حکمرانوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ آج اسی مسجد سے مدارس عربیہ کو نیشنلائز کرنے کے ناپاک ارادے کو خاک میں ملانے کے لئے مسلمانانِ راولپنڈی جمع ہیں۔ آج وہی مسجد، "فاتح بھٹو مفتی محمود زندہ باد" "قائد اسلامی انقلاب مفتی محمود زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں سے گونج رہی ہے۔ آج مسجد کا وسیع و عریض صحن، جہاں ہزاروں لوگ بیٹھے ہیں، خاموش ہے۔ دیواریں اور چھتیں خاموش ہیں آج اردگرد پھیلے ہوئے، آسمان کو چھوتے ہوئے، بلند و بالا مکانوں پر موجود لوگ خاموش ہیں۔ وہ سب ہمہ تن گوش ہیں۔ وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ مفتی محمود کو سننے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ابھی ابھی سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، خلف الرشید، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری، سید عبدالمجید ندیم، صداقت کی نشانی سید امین گیلانی اور حافظ محمد شریف منچن آبادی، لوگوں کے دلوں کو اپنے فنِ خطابت اور اپنی شعلہ نوائی سے گرما کر گئے ہیں۔ اب اس کی باری آئی ہے۔ جس کے لئے آج کی ساری محفل سجی ہوئی ہے۔ لوگ جگر تھام کر بیٹھے، درویش صفت، ظلم کے مقابلے میں اسلام کی ننگی تلوار، قائم مقام قائد حزب اختلاف، سٹیج پر آئے۔ اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا۔

جنابِ صدر! بزرگو! بھائیو!

اور میرے محترم دوستو!

آج کا یہ عظیم اجتماع، ایک دینی مدرسے کی طرف سے منعقد ہو رہا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ دینی مدارس سے متعلق کچھ عرض کروں کہ دینی مدارس نے کیا خدمات سر انجام دی ہیں۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ اگر یہ دینی مدارس انگریز کی غلامی کے دور میں قائم نہ ہوتے۔ اگر مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح دارالعلوم دیوبند کو قائم نہ فرماتے۔ اور اس کی شاخیں پورے برصغیر میں نہ پھیلائی جاتیں تو انگریز کے سو سالہ دورِ غلامی میں اسلام اور اسلامی علوم اور دین کا کوئی وجود باقی نہ رہتا۔ مجھے فخر ہے کہ میرے استاذ الاساتذہ، دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی رح نے بے کسی و پریشانی کے عالم میں، بھوک اور افلاس کی حالت میں دینی مدارس کو قائم فرمایا۔ اور اس طرح دین کی حفاظت کی ایک صورت نکل آئی۔ علماء دیوبند نے انگریز کے دور میں مسجدوں میں چٹائیوں پر بیٹھ کر طالبعلموں کو اکٹھا کر کے قرآن و حدیث کی تعلیم دے کر ان کے دلوں میں قرآن و حدیث کے علوم کو زندہ رکھا۔ اور اگر دین کے احیاء کے لئے وہ یہ پُرخلوص کوشش نہ فرماتے۔ تو انگریز جیسی جابر حکومت، جو دین کو مٹانے میں ہمہ تن مصروف تھی۔ اس کے ہوتے ہوئے کس طرح سو سالہ دورِ غلامی کے بعد بھی، برصغیر

پاکستان میں آج بھی ۲۰-۲۵ کروڑ مسلمان موجود ہوتے اور یہی مسلمان اپنے دین کا نام لے کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور میں تو یہ کہوں گا۔ کہ اگر علماء کرام، غلامی کے دور میں دین کے جذبات کو ابھارتے۔ اور یہ ٹھنڈے ہوجاتے تو پاکستان نہ بنتا۔ اس لئے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا۔ جب سیاستدانوں نے یہ محسوس کیا کہ برصغیر کے مسلمانوں کو ایک نعرے پر اکٹھا کرنے کے لئے اسلام سے جاذب کوئی نعرہ نہیں تو اسلام کے نام پر، پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگا کر سب کو اکٹھا کیا۔ اگر انگریز کے دور میں علماء کرام، اس جذبے کو زندہ نہ رکھتے، تو اسلام میں وہ جاذبیت کہاں سے آتی؟ وہ کشش کہاں سے آتی، یہ علماء کی خدمت کا صدقہ تھا۔ جس سے فائدہ اٹھا کر سیاستدانوں نے اس دیس کو حاصل کیا اس لئے پاکستان کے اصل بانی علماء ہیں۔

میرے محترم دوستو

آپ ذرا اسپین کو دیکھیں، اسپین میں اسلامی حکومت قائم تھی، قرطبہ، اشبیلیہ اور غرناطہ کی عظیم اسلامی درس گاہیں، دین کی اشاعت میں مصروف تھیں۔ لیکن جب وہاں پر صلیبی جنگوں میں اسپین کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی اور وہاں کے علماء نے غلامی کے دور میں دین کی کوئی خدمت نہیں کی۔ آج پورے اسپین میں ایک بھی مسلمان نظر نہیں آتا۔ وجہ کیا ہے؟ وہاں مساجد بھی ہیں کھنڈرات بھی ہیں لیکن ایک مسلمان نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہاں کے علماء نے غلامی کے دور میں اسلامی علوم کی کوئی خدمت نہیں کی۔ اور میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء کرام ہمارے اکابر اور اسلاف نے دین کی خدمت ہی نہیں کی۔ دین کو زندہ ہی نہیں رکھا۔ بلکہ دین کے جذبے میں اور زیادہ طاقت بڑھائی۔ دینی علوم اور دینی تصنیفات میں اضافہ کیا۔ اس دورِ غلامی میں مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح نے سنن ابی داؤد کی شرح بذل المجہود کے نام سے لکھی۔ کہ میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس تاریخ سے ابوداؤد کی شرح لکھی گئی۔ اس تاریخ مفید شرح سنن ابی داؤد پر، ہزار سال میں نہیں لکھی گئی۔ جیسی اس دورِ غلامی میں مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھی۔ ہمیں اس پر فخر ہے۔

میرے محترم دوستو

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی تقریریں "کوکب الدری" کے نام سے چھپی موجود ہے۔ حضرت انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی بخاری پر "فیض الباری" کے نام تحریریں موجود ہیں۔ ہمارے موجودہ شیخ الحدیث، سہارنپور کے مولانا ذکریا صاحب مدظلہ العالی نے موطا۔ امام مالک، پر ایسی بسیط اور مفید شرح لکھی ہے۔ کہ جس کی مثال اسلاف کی شرحوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور اس کا نام "اوجز المسالک" ہے۔ مجھے تعجب ہے۔ کہ بعض لوگ اپنے مدرسوں میں دیوبند کے اکابر کی کتب سے استفادہ کر کے صبح پڑھاتے ہیں اور شام کو انہیں کافر قرار دیتے ہیں انہیں شرم نہیں آتی جن کی کتابوں سے پڑھتے ہو انہیں ہی کافر کہتے ہو۔؟

غرض یہ کہ مدارس نے حفاظ قرآن پیدا کئے میں کہتا ہوں کہ جب انگریز کے یہاں قدم جمانے کا برا دن آیا۔ اس دن کے علماء کی تعداد اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے دن کے علماء کی تعداد کا موازنہ کیجئے۔ تو ۱۴ اگست کے علماء کی تعداد زیادہ ہوگی۔ ہم نے علماء کی تعداد میں اضافہ کیا۔ ان مدارس نے مسلمانوں کے تعاون سے دین کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی۔ اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انگریز جیسی ظالم دین کی دشمن ایک سامراجی طاقت تو مدارسِ عربیہ میں ہاتھ نہ ڈال سکی۔ لیکن آج اسلام کا نام لینے والے مدارسِ عربیہ کو اپنے گھر کی لونڈی بنانے کا سوچ رہے ہیں۔ وہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ جیسے انہوں نے آسانی سے پاکستان کی چند مساجد پر قبضہ کرلیا ہے۔ وہ اسی طرح دینی مدارس پر بھی قبضہ کرلیں گے۔ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ تم مدارس پر قبضہ نہیں کرسکتے۔ مدارس پر قبضہ کرنے کے ہر اقدام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔

مدارس عربیہ پر ہاتھ ڈالنا مداخلت فی الدین ہے

اور اس کی پوری مزاحمت کی جائیگی

بھٹو صاحب: سن لیں اور وزارت امور مذہبیہ کے وزیر محترم کوثر نیازی صاحب بھی سن لیں کہ یہ خالہ جی کا گھر نہیں ہے اگر تم نے مدارس عربیہ پر ہاتھ ڈالا۔ اور ہمارے خدا نے تم پر ہاتھ ڈالا تو پھر کیا ہوگا۔ جس دن تم نے ان مدارس کو اپنے گھر کی لونڈیاں" بنانے کی کوشش کی تو سمجھ لو کہ وہ تمہاری حکومت کا آخری دن ہوگا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھنے والے دینی مدارس نہیں چلا سکتے۔

انگریز بھی سمجھ رہا تھا کہ حضرت شیخ الہند کے شاگردوں کے شاگرد، انگریزی تہذیب، انگریزی قوانین اور انگریزی معاشرے کے دشمن، ہر قیمت پر انگریزی لعنتوں کو ختم کر کے اسلامی تہذیب قوانین اور معاشرے کو قائم کردیں گے۔ انہیں یہ سیاسی خطرہ ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر ان مدارس سے علماء پیدا ہوتے رہے تو ان مدارس سے ہمارا مقابلہ ہوتا رہے گا۔ اس لئے وہ اس سوراخ کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا اور کوئی مقصد نہیں۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرسکیں گے انہیں یہ خیال چھوڑ دینا چاہیئے۔

میں نے اس سلسلے میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے تفصیلی گفتگو کی۔ انہوں نے کہا تھا کہ انگریز نے تو اس لئے دینی مدارس میں مداخلت نہیں کی۔ کیونکہ وہ کافر تھا۔ ہم تو مسلمان ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ مدارس کو قومی ملکیت میں کیوں لے رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا، ہم مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کی اصلاح کریں گے میں نے جواب دیا۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مسلمان آپ پر اعتماد کریں۔ جس دن آپ نے ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ کیا۔ اس دن ہم خود، دینی مدارس آپ کی تحویل میں دینے کے لئے پیش کردیں گے۔ ہم یہ سمجھتے تھے

کہ جب یہاں اسلام کے نام پر اسلامی حکومت قائم ہو گی۔ تو قرآنی علوم کی حفاظت کی وہ خود ذمہ دار ہو گی ہم تو پھر بھیک نہیں مانگیں گے۔ اپیلیں نہیں کریں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم نے کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی۔ ۲۸ برس میں پاکستان کے مرکزی اور صوبائی بجٹوں میں ایک پائی بھی کسی حکومت نے ان دینی مدارس میں خرچ نہیں کی کیا یہ کروڑوں روپے جو تعلیم کی مد میں خرچ ہوئے ہیں۔ کیا اس میں ان مدارس کا کوئی حصہ نہیں ہے؟ کیا یہ تعلیم گاہیں، تعلیم گاہیں نہیں ہیں۔ کیا قرآن وحدیث کے علوم، علوم نہیں ہیں۔ کیا ان میں پڑھنے والے بچے پاکستانی بچے نہیں ہیں۔ اگر یہ تعلیم گاہیں بھی تعلیم گاہیں ہیں۔ اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم بھی علوم ہیں۔ اور یہ بچے بھی پاکستانی بچے ہی ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ کروڑوں روپے جو سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں پر خرچ ہوتے ہیں۔ اس میں ان کا حصہ نہیں؟ وجہ بتاؤ! تم مجرم ہو!! تم نے قومی جرم کیا ہے!! ہم اب تمہارا گریبان پکڑ کر اپنا حق وصول کریں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ جب ان مدارس کا نظام تمہارے ظالم ہاتھوں میں آئے گا۔ تو علم دین نہیں پھیلے گا۔ اس کی اشاعت نہیں ہو گی۔ علم دین مٹ جائے گا۔ العیاذ باللہ قرآن کے حفاظ پیدا نہیں ہوں گے۔ اگر دین کی تباہی ہمارے سامنے نہ ہوتی تو ہم زبردستی بجٹ میں سے حصہ لے کر اس پر خرچ کرتے۔ لیکن ہم انصاف کی آج بھی بھیک مانگ رہے ہیں۔ انگریز کے دورِ ظلم واستبداد میں بھی ایسا ہی تھا۔ ان مدارس کے ساتھ کروڑوں مسلمانوں کے قلوب وابستہ ہیں۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ (تائید میں تمام لوگوں نے ہاتھ اٹھا لئے اور نعرہ ہائے تکبیر سے راولپنڈی میں انقلاب کا مرکز، دارالعلوم تعلیم القرآن گونج اٹھا) میں کہتا ہوں کہ مدارس میں مداخلت، دین میں مداخلت کے مترادف سمجھتے ہوئے ہم اسے برداشت نہیں کریں گے۔ کیا آپ لوگ برداشت کریں گے؟ (نہیں) جو لوگ سرکاری مداخلت کی ہر قیمت پر مزاحمت کریں گے۔ وہ ہاتھ اٹھائیں (ایک بار پھر پورے [illegible] نے ہاتھ اٹھالیے) جزاک اللہ زندہ رہو، تم زندہ رہو تمہارے جذبات زندہ رہیں۔ ہمیں تو قوم کی زندگی مطلوب ہے۔ ہمارا کیا ہے؟ ایک شخص کی زندگی کیا ہوتی ہے۔ قوم کی زندگی ہونی چاہیئے۔

میرے محترم دوستو

یہ لوگ ابھی تک نہیں جانتے کہ اس کا کیا انجام ہو گا۔ تم اپنے آپ کو اس کا اہل بناؤ، پورے پاکستان میں صرف ایک مدرسہ، جامعہ اسلامیہ بہاولپور پر حکومت جتنا خرچ کرتی ہے اور اس سے جتنے علماء پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے مدرسوں پر جتنا خرچ ہوتا ہے۔ اور جتنے علماء پیدا ہوتے ہیں دونوں کا موازنہ کر لو تم سے ایک مدرسہ نہیں چل سکتا۔ تو ہزاروں مدرسے کیسے چلاؤ گے؟

مجھ سے جامعہ بہاولپور کے ایک پرنسپل صاحب نے پوچھا۔ کہ کیا وجہ ہے کہ ہم اتنا زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ طلباء کو وظیفے دیتے ہیں۔ انہیں خوش حال رکھنے کے لئے ان کی پوری مدد کرتے ہیں۔ مدرسین کی تنخواہیں بے حد زیادہ رکھی جاتی ہیں۔ اور ہم اچھے اچھے مدرسین تلاش کر کے لاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے ہاں داخلہ ہوتا ہی نہیں، پڑھنے کے لئے کوئی آتا ہی نہیں۔ اور آپ کے مدرسوں میں طلباء کی رہائش کے لئے سلیقے کی جگہ نہیں، وظیفے نہیں دیئے جاتے، وہ مطبخ کی دال سے گذارہ کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس نہیں آتے۔ میں نے جواباً کہا کہ اصل میں تمہارے ہاں دین کی تدریس ہوتی ہی نہیں۔ تم نے مدرسے چلانے کے طریقے سیکھے ہی نہیں۔ کہ مدرسے کس طرح چلائے جاتے ہیں؟ ہر صوبے میں کم از کم ایک مدرسہ اپنے خرچ پر چلا کر دیکھو! اگر تم اس میں کامیاب ہوتے تو ہم اپنے مدرسے تمہارے حوالے کر دیں گے۔ لیکن اس موجودہ صورت حال میں ہم اپنے مدرسوں میں تمہیں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ہم مٹ جائیں گے لیکن وہ نہیں ہو گا جو تم چاہتے ہو۔

”تم نے کارخانوں کو نیشنلائز کیا۔ کارخانے تباہ ہو گئے۔ ان میں کوئی پیداوار نہیں ہوتی۔ ہر کارخانے [illegible] چاہتے ہو؟ درحقیقت وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مسجدیں اور مدرسے بطور سیاسی میدان کے استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے مدرسوں میں سیاست نہیں ہونی چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ آخر سیاست مسجد میں نہ ہو۔ تو کہاں ہو؟ باہر سارے ملک میں دفعہ ۱۴۴، گولی، لاٹھی، غنڈہ گردی، استحصال، ظلم جبر، اغوا، پکڑ دھکڑ، مار پیٹ اور ”غداری“ کا دور دورہ ہے۔ جلسوں جلوسوں پر پابندی ہے۔ ہم ایک خدا کے گھر میں پناہ لیتے ہیں۔

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا

وہاں بھی تم کہتے ہو کہ سیاست کی بات نہ کرو۔ آخر ہم کہاں جائیں؟ اگر تم نے مساجد کو بند کرنے کی حماقت کی۔ تو ملک کے گوشے گوشے سے تمہارا سیاسی مقابلہ ہو گا۔ یہ تو فطری عمل ہے ہمیشہ ظالم کے مقابلے میں، مظلوم کی آواز ابھری، تم اس ”انقلاب“ کو کیسے روک سکو گے۔

میرے محترم دوستو

میری یہ بات گوش ہوش سے سن لیں کہ اگر تم نے فوج کے ذریعے بے وقوفی اور حماقت کی اور طاقت کے ذریعے ان عمارتوں کو چھین لیا تو کیا تمہارے خام خیال کے مطابق تمہارے سیاسی مخالفین پیدا نہیں ہوں گے؟ پھر اس سے بھی زیادہ ہوں گے۔ اس لئے کہ تم سمجھتے ہو۔ کہ یہ بلڈنگیں مدرسے ہیں۔ تم غلطی پر ہو۔ عمارت مدرسہ نہیں ہے۔ میں ہمیشہ کہتا ہوں۔ کہ مدرسہ استاد اور ر اگرد کے اکٹھا ہونے کا نام ہے۔ جہاں وہ اکٹھے ٹھتے ہیں وہ مدرسہ ہے، کسی چوک، چھپر، درخت ے یا جھونپڑی میں بیٹھ جائیں وہی مدرسہ ہے ہم جھونپڑوں، چھپروں اور کھیتوں میں چلے جائیں گے

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اُن کی ملازمت نہیں کرنی، میں نے سرکار کی ملازمت نہیں کرنی۔ ان کا ملازم بن کر میں نے قرآن وحدیث کے علوم نہیں پڑھانے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسی فیصد حضرات علمائے کرام ومدرسین میرا ساتھ دیں گے پھر یہ عمارتیں خالی رہیں گی۔ ان میں الو بولیں گے۔

باقی صفحہ ۲۲ پر

جزوی معاہدہ مشرق وسطیٰ کے عام سیاسی سمجھوتے کے سلسلے میں ممد و معاون ثابت نہیں ہوگا

جزیرہ نما سنائی میں اسرائیلی اور مصری فوجوں کی علیٰحدگی کے نئے معاہدے کے سلسلے میں بعض عناصر امریکہ کو جس راہ پر ڈالنے کی کوششیں کر رہے ہیں اس سے مشرق وسطیٰ میں امن کے قیام میں مشکل ہی سے کوئی آسانی پیدا ہوگی۔

یہ بات آئیوان کالیتا نے اپنے ایک مقالے میں لکھی ہے جو گزشتہ روز کو روزنامہ پراودا میں شائع ہوا۔ مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ محدود اہمیت کا ایک جزوی معاہدہ نہ تو مشرق وسطیٰ میں ایک عام سیاسی سمجھوتے کی جگہ لے سکتا ہے اور نہ ہی ایک عام سیاسی سمجھوتے کو قریب لا سکتا ہے۔

آئیوان کالیتا نے اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ مشرق وسطیٰ کی صورتِ حال میں ایک نیا اور پیچیدہ عنصر پیدا کیا جا سکتا ہے انہوں نے خصوصاً ان اخباری اطلاعات کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے جن میں کہا گیا ہے کہ اس معاہدے کے ڈھانچے میں اس امر کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ سینائی میں سو سے ڈیڑھ سو افراد پر مشتمل ایک امریکی کنٹرول گروپ موجود رہے گا جن کے پاس ان کے اپنے ہتھیار ہوں گے۔

مقالہ نگار نے اس امر کی یاد دہانی کی ہے کہ مشرق وسطیٰ میں ۱۹۷۳ء سے جنگ بندی اور فوجوں کی علیٰحدگی کی نگرانی کا نظام موجود ہے متحدہ کی سلامتی کونسل کے معاہدوں اور

فیصلوں کی وضاحت کے مطابق اقوام متحدہ کی فوجیں اور فوجی مبصرین حیثیت تعداد اور قومی ساخت کے ضامن ہیں۔

مقالہ نگار نے سوال اٹھایا ہے کہ ایک مربوط نظام کو کیوں ختم کیا جائے اور موجودہ بین الاقوامی نظام کی جگہ صرف ایک طاقت کا یک طرفہ قومی کنٹرول کیوں نافذ کیا جائے اور وہ بھی ایسی طاقت کا جس نے اسرائیل کی حمایت کا موقف اختیار کیا ہوا ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ آئیوان کالیتا نے لکھا ہے کہ عرب اسرائیل تنازعہ کے مرکز پر امریکی فوجی عملے کے قیام کے منصوبوں پر امریکہ میں بھی بیزاری کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ اس قسم کے خدشات کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اگر وہاں کوئی پیچیدگی پیدا ہوئی تو اس قسم کی کارروائی امریکہ کو اس تنازعہ میں فوری طور پر ملوث کرنے کا سبب ثابت ہو سکتی ہے۔

بنگلہ دیش کے معاملات میں کسی بھی بیرونی مداخلت کی اجازت نہیں دی جا سکتی

کراچی: روزنامہ ازوستیا نے اپنی حالیہ اشاعت میں لکھا ہے کہ بنگلہ دیش میں رونما ہونے والے واقعات اس کے عوام کا اندرونی معاملہ ہے اور اس میں کسی بھی بیرونی مداخلت کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

سوویت اخبار نے لکھا ہے کہ بنگلہ دیش کا مستقبل جنوبی ایشیائی برصغیر کی عام صورت حال سے وابستہ ہے۔ بنگلہ دیش میں پُر امن صورتِ حال ایک ایسا اہم عنصر ہے جو اس خطے اور پورے ایشیا میں عام بین الاقوامی تعلقات کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوگا۔

روزنامہ ازوستیا نے لکھا ہے کہ بنگلہ دیش کے عوام کے تمام مخلص دوست، جو اس ملک میں رونما ہونے والے واقعات پر نظر رکھے ہوئے ہیں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جمہوریہ کی حریت پسند قوتوں کے لیے یہ بات اہم ہے کہ وہ ان مشکل دنوں میں خاص طور پر ہوشیار رہیں۔

سوویت اخبار نے اس امکان کی نشاندہی کی ہے کہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ تحریک قومی آزادی کے مخالف حلقے اور اندرونی رجعت پرست قوتیں وقت سے فائدہ اٹھانے اور سرگرم اقدامات کرنے کی کوششیں کر سکتی ہیں۔

ازوستیا نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آج بنگلہ دیش کے عوام کی کامیابیوں کے دفاع اور ریاست کی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں میں جمہوریہ کے قیام کے ابتدائی سالوں میں پیدا ہونے والے ترقی پسندانہ رجحانات کے تحفظ کا مسئلہ انتہائی معروضی اہمیت کا حامل ہے اور یہ کہ قومی تعمیر نو سے متعلق ملک کے عوام الناس کی جدوجہد کو مزید فروغ حاصل ہونا چاہیے۔

ناٹو کی جنگی مشقوں پر ریڈ اسٹار کا تبصرہ

سوویت مسلح افواج کے اخبار روزنامہ

"ریڈ اسٹار" نے خبردار کیا ہے کہ یہ کوئی امر اتفاقی نہیں ہے کہ ناٹو کی فوجی مشقیں اور بحیرۂ شمالی میں امریکی بحریہ کے آپریشنل یونٹ کے ایٹمی جنگی جہازوں کی پہلی جنگی مشقیں ایک ساتھ شروع ہونے والی ہیں۔

روزنامہ ریڈ اسٹار نے ناٹو کی فوجی قوت کے اس بے مثال مظاہرہ کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے جس کے دوران قومی اور کثیر الاقوامی جنگی مشقوں کا ایک مربوط سلسلہ شروع ہونے والا ہے اور ناٹو کے کئی رکن ممالک کی مسلح افواج کے عملے کو تربیت دی جائے گی۔

اخبار نے لکھا ہے کہ ان جنگی مشقوں کی جو آئندہ ہفتے شروع ہوں گی اور نومبر تک جاری رہیں گی وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ "گروے رو کیڈ" کے خفیہ نام سے شروع ہونے والی ان جنگی مشقوں میں ۶۸ ہزار فوجی، ۱۲ ہزار فوجی گاڑیاں اور تقریباً تین ہزار ٹینک حصہ لیں گے۔

ریڈ اسٹار نے لکھا ہے کہ جنگی مشقوں کے دوران امریکہ، کینیڈا اور فرانس کی فوجیں بھی بندے سوتر فوجوں کے ساتھ آملیں گی۔ ان جنگی مشقوں اور وسطی یورپ میں ہونے والی فضائیہ کی جنگی مشقوں میں گہرا تعلق ہے فضائیہ کی ان جنگی مشقوں میں حصہ لینے کے لیے امریکہ سے ۹۶ لڑاکا بمبار بھیجے جا رہے ہیں۔

روزنامہ ریڈ اسٹار نے لکھا ہے کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت اٹلانٹک یک جہتی کا کیوں مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور ناٹو کی تقریباً تمام مسلح افواج کو کیوں حرکت میں لایا جا رہا ہے؟

تیسری دنیا کو صنعت کاری کے حق سے محروم کیا جا رہا ہے

تیسری دنیا کو صنعت کاری کے حق سے محروم کیا جا رہا ہے اور اس کو کثیر الاقوامی اجارہ داریوں کو خام مال فراہم کرنے کا کردار ادا کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ یہ بات نووستی پریس ایجنسی کے سیاسی نامہ نگار، ولادیمیر سیمونوف کے ایک حالیہ مقالے میں کہی گئی ہے جو انھوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے موجودہ خصوصی اجلاس کے سلسلے میں تحریر کیا ہے۔

ولادیمیر سیمونوف نے لکھا ہے کہ دنیا کی جتنی آبادی فاقہ کشی کا شکار ہے اس کا نوے فی صد حصہ ترقی پذیر ملکوں میں آباد ہے جبکہ صنعتی اعتبار سے ترقی یافتہ مغرب پچھلے سال ہی عربوں ڈالر ہڑپ کر چکا ہے۔

رواں عشرے کے آغاز میں تقریباً ۵۰ کروڑ افراد صحت بخش غذا سے محروم تھے۔

نووستی پریس ایجنسی کے نامہ نگار نے لکھا ہے کہ ترقی پذیر ملکوں کے ذہنوں میں یہ بات ٹھونسی جا رہی ہے کہ ان کے لیے صرف زرعی کمپلیکس تعمیر کرنا اور دوسرے درجے کی صنعتیں لگانا ہی ضروری ہے

سوویت نامہ نگار نے لکھا ہے کہ ایک عیارانہ فارمولا تجویز کیا گیا ہے کہ عرب روپیہ فراہم کریں اور ترقی پذیر ممالک ارزاں خام مال اور افرادی قوت جبکہ مغرب ازراہ کرم تیسری دنیا کی ترقی سے زیادہ اس کے سماجی سیاسی رجحان پر مکمل کنٹرول رکھنے پر آمادگی کا اظہار کر رہا ہے۔

ولادیمیر سیمونوف نے لکھا ہے کہ ایک طاقتور قومی صنعت کے بغیر تیسری دنیا کے ممالک سرمایہ دار ممالک کے لیے لازمی اور مستقل طور پر ایک غیر تربیت یافتہ کارکن کی حیثیت رکھتے ہیں اور ترقی پذیر ملکوں کو صرف خام مال فراہم کرنے کا کردار سونپنے کا تعلق کسی طور پر بھی ایک ایسے اقتصادی ڈھانچے سے نہیں ہے جو خود مختاری اور عدم مداخلت کے اصولوں کی بنیاد پر قائم ہو۔

سوویت نامہ نگار نے لکھا ہے کہ سوویت یونین اور سوشلسٹ برادری بھی اس کے شرکاء تیسری دنیا کے ممالک کی ترقی کے لیے ایک قطعی مختلف فارمولا تجویز کرتے ہیں جس کی بنیادی خصوصیت صنعت کاری ہے۔

سوویت نامہ نگار نے آخر میں لکھا ہے کہ یہاں صرف ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کیا تیسری دنیا ترقی کے ان دو فارمولوں میں سے صحیح فارمولے کا انتخاب کرنے کے لیے تیار ہے؟

بحرالکاہل کے مسائل میں تعاون کے لیے مجلس مذاکرہ کا انعقاد

بحرالکاہل کے مسائل میں تعاون کے لیے ایک بین الاقوامی مجلسِ مذاکرہ ۲۷ اگست سے ۳ ستمبر تک نخودکا میں منعقد ہو رہی ہے اس مجلس مذاکرہ کا انتظام نوجوانوں کی آرگنائزیشن کی کمیٹی اور سوویت یونین کی سائنس اکیڈیمی کے اشتراک سے کیا ہے۔

بحرالکاہل کے ۲۰ ممالک کی ٹریڈ یونینیں، نوجوانوں کی انجمنیں، ممتاز سوویت اور غیر ملکی سائنسدان جمہوریت پسند نوجوانوں کی عالمی فیڈریشن، طلباء کی بین الاقوامی یونین، بین الاقوامی طلباء اور نوجوانوں کی تحریک کے نمائندے اور ایشیائی نوجوانوں کی کونسل اس مجلس مذاکرہ میں شریک ہیں۔

علاوہ ازیں اس مجلسِ مذاکرہ میں امریکہ، لاطینی امریکہ، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، فلپائن، جاپان اور دوسرے کئی ممالک کے مہمان بھی شریک ہیں، مجلسِ مذاکرہ کے ایجنڈے میں علاقے کے نوجوانوں میں تعاون کے مسئلے کو سر فہرست رکھا گیا ہے۔

اپنی نوعیت کی یہ دوسری بین الاقوامی مجلس مذاکرہ ہے۔ اس مجلسِ مذاکرہ میں

بحرالکاہل کو ایٹمی دھماکوں سے پاک رکھنے اور بحرالکاہل کے وسائل کو مشترکہ طور پر استعمال کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

سوویت یونین کا تجارتی بحری بیڑہ

سوویت یونین کا تجارتی بحری بیڑہ تقریباً ۱۷ سو جہازوں پر مشتمل ہے، جو مجموعی طور پر ایک کروڑ ۴۰ لاکھ ٹن وزن لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ بات سوویت یونین کے تجارتی بحری بیڑے کے نائب وزیر اول، و۔ ا۔ تیکنوف نے اپنے ایک حالیہ مقالے میں لکھی ہے جو پچھلے دنوں شائع ہوا ہے۔

مقالہ نگار کے مطابق صرف گزشتہ سال بحری راستوں پر سفر کرنے والے سوویت تجارتی بیڑے کے جہازوں کے ذریعہ گیارہ کروڑ ۴۰ لاکھ ٹن وزنی مال اور اندرون ملک دریائی راستوں پر چلنے والے جہازوں کے ذریعہ سات کروڑ ۸۰ لاکھ ٹن وزنی مال منتقل کیا گیا۔

گزشتہ سال سوویت یونین کے باربردار بحری جہازوں نے ۱۱۹ ملکوں کی ۱۱۵۴ بندرگاہوں کے ۶۹ ہزار چکر لگائے۔

و۔ ا۔ تیکنوف نے لکھا کہ سوویت یونین کے جدید مال بردار بحری جہازوں کی اصل خصوصیت یہ ہے کہ وہ خودکار نظاموں سے آراستہ ہیں۔ اور آج کل تجارتی بیڑے کو وسیع پیمانے پر کمپیوٹروں سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

اقوام متحدہ کی انجمنوں کی عالمی فیڈریشن کا ۲۵ واں اجلاس

جنرل سیکرٹری ہوریس پریرا کے بیان کے مطابق اقوام متحدہ کی انجمنوں کی عالمی فیڈریشن کا کل رکنی ۲۵ واں اجلاس ماسکو میں ماہ اکتوبر کے آغاز میں ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ اس فیڈریشن نے جس کا قیام ۱۹۴۶ء میں لکسمبرگ میں عمل میں آیا تھا تقریباً ۸۰ ملکوں کو متحد رکھا ہے۔

ہوریس پریرا نے کہا کہ ہمارا اصل مقصد اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کی حمایت کرنا اور مقبول بنانا، امن کو استحکام بخشنا، بین الاقوامی کشیدگی کم کرنا اور مختلف ممالک کی قوموں کے درمیان باہمی تعاون کو فروغ دینا ہے۔

فیڈریشن کے جنرل سیکرٹری نے کہا کہ ماسکو اجلاس ایک نمائندہ اجلاس ہوگا جس میں یورپی ممالک کے ساتھ ہی ساتھ امریکہ، کینیڈا، میکسیکو، افریقہ کے بیشتر ممالک، بعض عرب اور ایشیائی ریاستوں اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے نمائندے حصہ لیں گے۔

اجلاس میں بین الاقوامی کشیدگی کو کم کرنے اور عالمی امن کو مستحکم بنانے سے متعلق اقوام متحدہ کی انجمنوں کی عالمی فیڈریشن اور قومی انجمنوں کی سرگرمیوں پر بحث ہوگی۔

ہوریس پریرا نے آخر میں کہا کہ اقوام متحدہ کی انجمنوں کی عالمی فیڈریشن کا کل رکنی ۲۵ واں اجلاس بین الاقوامی کشیدگی کو کم کرنے اور عالمی امن کو استحکام بخشنے کے سلسلے میں کیا جانے والا ایک نیا اقدام ثابت ہوگا۔

فارابی اور خسرو کی سالگرہ پر بین الاقوامی کانفرنس

سوویت یونین کے صدر مقام ماسکو، الما آتا اور دوشنبے میں مشرق کے عظیم مفکروں ابونصر محمد فارابی اور امیر خسرو دہلوی کی سالگرہ سے متعلق ایک بین الاقوامی سائنٹفک کانفرنس اسی ماہ ہونے والی ہے۔ جس میں توقع ہے کہ پاکستان کے حکیم محمد سعید۔ ڈاکٹر محمد اجمل اور جناب کے۔ ایس۔ بٹ شریک ہوں گے۔

توقع ہے کہ کانفرنس میں مصر، شام، عراق، ایران، ہندوستان، افغانستان، سعودی عرب اور دیگر ممالک کے محققین بھی حصہ لیں گے۔ فارابی نے جو فلسفیانہ اور سائنسی ترکہ چھوڑا ہے اس کا بہت سے سوویت محققین بہ نظر غائر مطالعہ کر رہے ہیں۔ مشرق کے اس عظیم محقق کی بہت سی تصانیف کا روسی اور بہت سی دیگر سوویت زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

سوویت محققین عظیم شاعر، مورخ اور فلسفی، امیر خسرو دہلوی کے عظیم ترکے کے مطالعے اور اشاعت کے سلسلے میں بھی زبردست کام کر رہے ہیں۔

سوویت محققین کے لیے یہ بات باعث مسرت ہے کہ مشرق کے ان عظیم محققین کے ثقافتی ترکے کے مطالعے کے سلسلے میں وہ کراچی، لاہور، حیدر آباد، پشاور کوئٹہ، اسلام آباد اور پاکستان کے دیگر سائنسی مراکز کے محققین کے ساتھ تعاون کرنے کے قابل ہیں، سوویت محققین پروفیسر اشتیاق حسین قریشی پروفیسر این۔ اے۔ بلوچ، پروفیسر ریاض الاسلام پیر حسام الدین راشدی۔ معین الحق، رضی واسطی احمد حسن دانی اور دیگر پاکستانی محققین کی ان تصانیف کو بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو پچھلے چند سالوں میں منظر عام پر آئی ہیں۔

اس بات میں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ سوویت اور پاکستانی محققین کے مابین اس دوستانہ باہمی تعاون سے ہمارے ملکوں میں سائنسی ترقی اور سوویت یونین اور پاکستان کی قوموں کے مابین خوشں ہمسائیگی کے تعلقات کو فروغ حاصل ہوگا۔

ایک اہم اعلان!

ترجمان اسلام کی توسیع اشاعت، بقایاجات کی وصولی اور اشتہارات کی فراہمی کے لیے محترم الطاف حسین صاحب کو ادارے کی طرف سے نمایندہ مقرر کیا گیا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ ان سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

رپورٹنگ محمد یوسف ولی اللہی

مدارس عربیہ کے فارغ شدہ طلباء کو اپنی تمام تر صلاحیتیں

اسلامی انقلاب کے احیا کیلئے صرف کر دینی چاہییں

حضرت مولانا سعید احمد رائپوری مدظلہ

گذشتہ دنوں سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا سعید احمد رائپوری مدظلہ نے لائل پور میں مدارس عربیہ کے طلباءؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مدارس عربیہ سے وابستہ حضرات کے لئے اپنے اکابر کا نقشہ پیش رکھنا نہایت ضروری ہے۔ انگریز یہ چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح دارالعلوم دیوبند کے طلباء ہماری حکومت کے حمایتی بن جائیں تاکہ آنے والے انقلاب کا راستہ روکا جا سکے۔ اور علی گڑھ و دیوبند کا فرق مٹ جائے۔ اور فارغ ہونے والے طلباء سیاسی کردار ادا نہ کریں انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں حصّہ نہ لیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک انگریز گورنر دیوبند میں گیا۔ دارالعلوم اس کی لائبریری اور اس کے اہتمام و طلباء کی خوب تعریف کی، دارالعلوم کو علم کا سب سے بڑا مرکز قرار دیا۔ لیکن اس نے کہا کہ اگر یہ دارالعلوم سیاسی کام اور سیاسی عمل سے بالا بالا صرف مذہبی تعلیم کی خدمت میں مصروف رہے تو یہ انسانیت پر اور علم پر بہت بڑا احسان ہو گا۔ اور میں اس کے لئے ہزاروں روپے گرانٹ منظور کر کے دے سکتا ہوں۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ دارالعلوم میرے خلاف بغاوت کا ایک بہت بڑا اور اہم مرکز ہے۔ اس کو کمزور کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ کہ دارالعلوم سیاست سے الگ تھلگ رہے۔ لیکن ہمارے اکابر نے ظالم و کافر حکومت کا حمایتی بننا قبول نہ کیا۔ کوئی بھی سرکاری ملازمت حاصل نہ کی۔ بلکہ انگریز کے خلاف جہاد کیا اور اس کو ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ لہٰذا ہمیں بھی آج اس ظالم نظام حکومت کا حصّہ نہیں بننا چاہیئے۔ مدارس سے فارغ ہو کر کسی سرکاری ملازمت کو قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ سیاسی قوت حاصل کر کے اسلامی انقلاب برپا کرنا چاہیئے۔ اور اسی کے لئے تیاری کرنی چاہیئے۔ نظام حکومت سے صرف نفرت ہی نہ کریں بلکہ اس کی خرابیوں کو جانچیں اور پرکھیں تاکہ کل آپ ان خرابیوں کو دُور کر سکیں۔ آج اگر دیندار طبقہ یہ چاہتا ہے۔ کہ بے دین لوگوں کی بجائے دیندار لوگوں کی حکومت قائم ہو۔ تو اسے مفتی محمود مدظلہ، کی قیادت میں اسلامی انقلاب، کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ہمارے اکابر نے اسی مقصد کے لئے جمعیۃ علماء ہند بنائی تھی تاکہ سیاسی قیادت علماء کے ہاتھ میں ہو۔ ہمارے اکابر کا مقصد پہلے آزادی حاصل کر کے برصغیر میں اسلامی انقلاب برپا کرنا تھا۔ اکابر کی کوششوں سے انگریز سے نجات مل گئی۔ اور اب بقایا کام آپ حضرات کو کرنا ہے۔

یاد رکھو اگر آپ نے نظام حکومت بدل کر اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے اپنا فرض ادا [illegible] ادا نہ کیا تو جس طرح ہسپانیہ علماء کی غفلت کی وجہ سے کفر کی گود میں چلا گیا۔ اسی طرح ممکن ہے کہ پاکستان بھی کفر کی گود میں چلا جائے اس لئے علماء کو اپنی تمام تر صلاحیتیں اس کام کے لئے صرف کر دینی چاہییں۔

ہمارے اکابر نے اسی راستے کو اپنایا۔ اگر ہمارے اکابر کا راستہ صحیح نہ ہوتا تو آج کالج کا نوجوان طبقہ علماء حق سے دُور رہ کر غلط نظام اور غلط لوگوں کا پجار ہوتا۔ لیکن الحمدللہ آج وہ اپنی تعلیم کا رُخ بدل کر اپن ماحول سے بغاوت کر کے علماء حق کی قیادت میں اسلا انقلاب کی کوشش کر رہا ہے۔ اور یہ انقلاب آ رہا ہے۔ ہمارے دروازوں پہ دستک دے رہا یونیورسٹی کالج اور سکول کے طلباءؑ اس اسلامی انقلا کے لئے ہراوّل دستہ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

شمولیت

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباء اسلام عارف والا ضل ساہیوال کا ایک اجلاس ہوا۔ صدارت جناب عبداللہ مجا دکنوینر نے کی۔ اجلاس سے جناب شوکت علی اور جنا امتیاز علی نے خطاب کیا۔ درج ذیل ہائی سکول کے طلباء جمعیۃ کے پروگرام اور نصب العین سے پورا پورا اتفاق ک اور اپنے ایک بیان میں کہا کہ جمعیۃ طلباء اسلام ہی واحد تنظ ہے جو ملک میں صحیح معنوں میں اسلامی نظام کے احیاء ک کوشش کر رہی ہے۔ جناب شاہد حسین شاہ، جناب رؤف ا جناب غلام لیٰسین، جناب سعید احمد، جناب محمد ارشد، جناب محمد یعقوب

یونین الیکشن

جمعیۃ طلباءُ اسلام جہلم کے سرگرم کارکن جناب عبدالجلیل خاں کینٹ پبلک ہائی سکول جہلم یونین کے صدر منتخب ہو گئے ہیں۔

جناب عبدالمتین چوہدری سے ——— کمرہ نمبر ۲۸ پنجاب یونیورسٹی لاء کالج ہوسٹل۔ لاہور ——— کے پتہ پر رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

پچھلے سال ماہ رمضان المبارک میں کمالیہ ضلع لائل پور کے دو بِن کھلے غنچے جناب مسعود الرحمان مرحوم اور جناب عقیل الرحمان مرحوم بحالت روزہ دریائے راوی کی نذر ہو گئے تھے۔ دونوں سترہ اٹھارہ سال خوبصورت نوجوان ۱۲ ستمبر ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ بوقت صبح کمالیہ سے بارہ میل دُور دریائے راوی میں نہا رہے تھے کہ اچانک عقیل ۲۵ فٹ گہرے پانی میں غوطے کھانے لگا۔ مسعود جو تحریک ختم نبوت میں اسٹیج پر آتے ہی یہ نعرۂ مستانہ بلند کیا کرتا تھا کہ چھین لو تڑپ کے سمندر سے تلاطم کی لگام ایسے ٹکراؤ کہ ہر موج کو خوں بار کر دو!! نے بڑھ کر دریائے راوی میں چھلانگ لگائی۔ اور آن واحد میں عقاب کی طرح جھپٹ کر عقیل کو تھام لیا۔ لیکن تقدیر کا لکھا کون مٹائے؟ راوی جو اپنی موج کی طغیانیوں میں مست تھا، کی موجوں سے ٹکرانے والا مسعود بھی لقمۂ اجل بن گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رٰجِعُونَ ۝

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا، کفِ دستِ ساقی چھلک پڑا۔
رہیں دل کی دل ہی میں حسرتیں یہ نشان قضاء نے مٹا دیا۔

مرحومین کے سوگ میں کون تھا وہ جس کی آنکھیں اشک بار نہ ہوئی ہوں گی۔ ان کے سوگ میں شہر و مقامی کالج دو روز بند رہا۔ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جمعیۃ طلباء اسلام کی طرف سے تعزیت کے لئے ایک وفد جناب رانا شمشاد علی خاں کی زیرِ صدارت کمالیہ گیا۔

مسعود الرحمان اکہرے بدن، کتابی چہرہ کا تیز طرار، بے باک اور با اخلاق نوجوان تھا۔ جو ایک دفعہ ملا دوسری دفعہ ملنے کی آرزو ہوتی۔ جب کہ عقیل الرحمان گھٹے جسم کا شرمیلا، لیکن نڈر، جری اور خوبرو و خوب سیرت صاحبزادہ ـــــ دونوں کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اکٹھا گزرتا تھا ـــــ [illegible] موت بھی دونوں میں فاصلہ نہ بن سکی نتیجتہً راہ عدم کو بھی اکٹھے ہی سدھارے۔ گویا یک جان و دو قالب تھے مقامی ڈگری کالج میں سال اول کے طالب علم تھے۔

لیکن اس کے باوجود کالج میں سامراجی ایجنٹوں کے لئے پیغام اجل!

جمعیۃ طلباء اسلام کے ہزاروں کارکن اپنے ان محبوب ساتھیوں کی روح فرسا جدائی پر آج بھی بے حد مغموم ہیں۔ مرکزی صدر جناب محمد اسلوب قریشی، مرکزی ناظم عمومی جناب سیّد مطلوب علی زیدی اور قائم مقام صدر پنجاب جناب محمد اشرف عاطف نے اپنے علیحدہ علیحدہ بیانوں میں مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا کی ہے۔ اور ان کی جدائی پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ نصیب فرمائے! ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔! ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

اشکِ غم

نفیس شامی

عقیل الرحمان

غازیٔ ختم نبوّت تھا حقیقت میں عقیل
پیکرِ شرم و حیاء تھا نوجوان مردِ جلیل

تو کہ سیف اللہ تھا اور برق باطل سوز تھا
سامراجی نٹ کھٹوں کے واسطے دل دوز تھا

تیری رحلت پہ سبھی اہلِ زمیں ہیں خوں فشاں
تیری مرگِ ناگہاں پہ آسماں ہے نوحہ خواں

شاہ ولی اللہؒ شیخ الہندؒ ہوں یا شمس دیںؒ
شافع روزِ جزا ہوں گے یہ سارے بالیقیں

ہو مبارک تجھ کو جنت اور شہادت کا مقام
رحمتیں تجھ پر برستی ہی رہیں لاکھوں مدام !!!

غمزدہ احباب تیرے ہیں دعاگو اے عقیل
رحمت حق سے عطا ہو تجھ کو جام سلسبیل !!!

مسعود الرحمان

سوگوارِ مرگ ہیں کتنے عزیز و اقرباء !
چھوڑ کر ہم کو کہاں رشکِ جناں تو چل دیا

خوب صورت، خوب سیرت تھا جوان شعلہ رُو
ناظم جمعیۃ طلباء تھا اے مسعود تو !!!!

کاروانِ سندھیؒ و آزادؒ جب تک ہے رواں
حریت کی راہ پہ جب تک چلیں گے نوجواں !

تیری دل کش نوجوانی تیرا جذبہ اور لگن
خونِ تازہ کی طرح دل میں رہیں گے موجزن

فاتحِ مرزائیت تھا پیروِ محمود تھا
جانشینِ ابنِ قاسم آج کا مسعود تھا۔

اے نفیسِ نوحہ خواں، مسعود رخصت ہو گیا۔
رحمتوں کے سائے میں جا کر ابد تک سو گیا۔

شہر شہر سے

رپورٹنگ: ساحر قریشی

ملک میں خلافت راشدہ کا نظام لانے کے لیے جدوجہد تیز کر دیں

یارانِ رسولؐ کے ناموس کے تحفظ کے لیے ہر قربانی دی جائے گی

خلافتِ راشدہ کانفرنس سے مولانا مفتی محمود کا خطاب

مجلس تحفظ حقوق اہلِ سنت پاکستان کے زیر اہتمام ملتان میں منعقدہ دو روزہ خلافت راشدہ کانفرنس کے شبینہ اجلاس میں مفکرِ اسلام بطلِ حریت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ملک اسلام کی سیاسی بالادستی کے لیے وجود میں لایا گیا اور اسلامی زندگی کی صحیح تعبیر خلافت راشدہ کے میں مضمر ہے مگر افسوس کہ ملک میں مغربی افکار کو فروغ ۔ مغربی تمدن کو ترقی دی جا رہی ہے۔ خلافت راشدہ کے نظام کی ترویج تو بڑی بات ہے اب تو نصاب تعلیم سے خلافت راشدہ کا باب نکال دینے کی سازش کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے حضرت مفتی صاحب نے نصاب دینیات کی علیحدگی کے فیصلہ پر حکومت کو متنبہ کیا کہ اس فیصلہ سے دوسری اقلیتیں بھی جداگانہ نصاب کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہوں گی۔ نعروں کی گونج میں حضرت مفتی صاحب نے اعلان کیا کہ یارانِ رسولؐ کے ناموس کے تحفظ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔

حضرت مفتی صاحب کے خطاب سے قبل مجلس کے ناظم اعلیٰ مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے مجلس کے اغراض و مقاصد بیان کیے اور حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس میں آپ کی قومی و ملی خدمات کو سراہا گیا۔

دوسری رات کے افتتاحی اجلاس میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نے خطاب فرماتے ہوئے نصاب دینیات کے بارے میں حکومت کے جانبدارانہ رویے پر کڑی نکتہ چینی کی۔

کانفرنس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب کندیاں، مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی، مولانا حبیب اللہ صاحب ساہی وال، مولانا سمیع الحق مدیر الحق، قاری سعید الرحمٰن صاحب پنڈی، مولانا محمد عبداللہ صاحب اسلام آباد، قاری محمد حنیف ملتانی، مولانا لقمان علی پوری اور طالب علم رہنما جاوید ابراہیم پراچہ، حافظ محمد طاہر، رانا شمشاد صاحب نے بھی خطاب کیا۔

کانفرنس میں درج ذیل قراردادیں بالاتفاق منظور کی گئیں۔

نصاب دینیات صرف سواد اعظم اہلسنت کے نظریات پر مبنی رائج کیا جائے۔ خلفائے راشدین کے ایام سرکاری طور پہ منائے جائیں۔ اور صحابہ کرام کے خلاف زبان و قلم کے استعمال کو غیر قانونی قرار دیا جائے۔ ایک قرارداد کے ذریعے انتظامیہ کی طرف سے کانفرنس کی اجازت کی منسوخی کے جانبدارانہ کردار کی مذمت کی گئی۔

جمعیۃ علماء اسلام جھنگ کا ضلعی کنونشن

جھنگ صدر۔ جمعیۃ علماء اسلام جھنگ کا ضلعی کنونشن پروگرام کے مطابق جامع مسجد مومن پورہ جھنگ صدر میں زیر صدارت حاجی علی محمد صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام ضلع جھنگ منعقد ہوا تحصیل چنیوٹ شورکوٹ اور جھنگ کے نمائندگان نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ کنونشن کا افتتاحی اجلاس صبح ۱۰ بجے شروع ہوا۔ مولانا حق نواز اور قاری نورالحق قریشی ناظم جمعیۃ پنجاب نے خطاب کیا۔ یہ اجلاس ۱۲ بجے اختتام پذیر ہوا۔

دوسرا تربیتی اجلاس بعد نماز ظہر ۳ بجے شروع ہوا اس اجلاس کی صدارت مولانا عبدالوارث چنیوٹی نے کی تلاوت کے بعد قاری غلام محمد نے ضلع جمعیۃ کی گذشتہ ڈھائی سالہ تنظیمی رپورٹ پیش کی بعد ازاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری مولانا قاری نورالحق صاحب قریشی اور مولانا عبداللہ صاحب نے ملک کے موجودہ حالات اور قومی مسائل میں جمعیۃ کے کارکنوں کے فرائض اور تنظیمی اصولوں پہ خطاب فرمایا اور کارکنوں کو اہم ہدایات دیں اور قاری نورالحق صاحب نے کارکنوں کے سوالات کے جوابات دیے۔

کنونشن کا تیسرا عمومی اجلاس بعد نماز عشا حاجی علی محمد صاحب امیر جمعیۃ ضلع جھنگ کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت کے بعد مولانا عبدالوارث صاحب نے قراردادیں پیش کیں جن کی سامعین جلسہ نے جوش و خروش کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر تائید کی اور مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری مولانا محمد رمضان صاحب اور قاری نورالحق صاحب نے خطاب کیا اور حکومت کی غلط پالیسیوں اور ظلم و تشدد کی روش اور معاشی لوٹ کھسوٹ کے منصوبوں پہ تنقید کی۔

جمعیۃ علماء اسلام ضلع جھنگ کے کنونشن کی قراردادیں

۱۔ جمعیۃ علماء اسلام جھنگ کے ضلعی کنونشن کا یہ اجتماع پورے ملک میں بالعموم اور ضلع جھنگ میں بالخصوص علما اور ورکروں کی گرفتاریوں کو جمہوری اقدار کے منہ پر ایک طمانچہ سمجھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ جمعیۃ کے راہنما مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی۔ شیخ محمد سلیم اور دیگر راہنماؤں کو فوراً رہا کیا جائے اور تمام مقدمات واپس لیے جائیں۔

۲۔ ملک میں بڑھتی ہوئی گرانی پر تشویش کا اظہار کرتا ہے اور اسے موجودہ حکومت کی غلط منصوبہ بندی کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔

۳۔ یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ پورے ملک میں دفعہ ۱۴۴ کو فوراً اٹھایا جائے کیونکہ پاکستان ایک جمہوری ملک ہے اس میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ جمہوری اقدار کے سراسر خلاف ہے۔

۴۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت حزب اختلاف سے ۶ فروری ۱۹۷۵ء کو کیے گئے معاہدے کی پابندی کا اعلان کر کے قومی اسمبلی کے وقار کو بحال کرے۔

۵۔ یہ ضلع ہمیشہ سیلاب کی لپیٹ میں رہتا ہے۔ اور آئے دن شہر اور بستیاں پریشانی کا شکار رہتی ہیں زراعت اور مکانات کا شدید نقصان ہوتا ہے۔ اندریں حالات یہ ضلعی اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ پورے ضلع میں بنائے گئے بندوں کو مضبوط کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو دریا کا رخ موڑنے کی کوشش کی جائے۔

۶۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ جن لوگوں کی بستیاں دریا برد ہو چکی ہیں ان کو نئی بستیاں آباد کرنے کے لیے متبادل زمین دی جائے اور جن لوگوں کی زرعی زمینیں بالخصوص تحصیل چنیوٹ کے موضع جسر کا ۸۰ مربعہ پر مشتمل رقبہ دریا برد ہو چکا ہے ان لوگوں کو متبادل زرعی اراضی دی جائے۔ تاکہ پریشان لوگ خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔

۷۔ یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ چنیوٹ سے جھنگ تک پہنچنے کے لیے ٹرانسپورٹ کی شدید قلت ہے جس سے مسافروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کی اجارہ داری اس روڈ پر قائم ہے اس لیے فوری طور پر حکومت پاکستان دوسرے روٹوں کی طرح اس روٹ پر بھی گورنمنٹ بسیں چلا کر عوام کی پریشانی کو دور کرے۔

جمعیت علماء اسلام تحصیل مری کے صدر قاری محمد اسد اللہ عباسی کا مری کے نواحی علاقوں کا وسیع دورہ

مری: جمعیۃ علماء اسلام تحصیل مری کے صدر مولینا قاری محمد اسد اللہ عباسی نے مری تحصیل کے نواحی علاقوں کا تفصیلی دورہ کیا۔ ان میں حلقہ موہڑا ایجنسی، سنی جنک، کلڈنہ، جھیکا گلی۔ لوئر ٹوپہ، سیر بنگلہ، کاٹیاہ روات کے دیہات شامل ہیں، ان تمام مقامات پر اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے قاری اسد اللہ عباسی نے جمعیت علماء اسلام کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جمعیۃ علماء اسلام ملک کی واحد سیاسی و مذہبی جماعت ہے جس کا ماضی تابناک اور روشن ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے اسلاف نے برصغیر پاک و ہند میں سامراجی قوتوں کے ساتھ مقابلہ کر کے ملتِ اسلامیہ کے فرزندوں کو آزادی کی نعمت بخشی قاری اسد اللہ نے کہا کہ جمعیۃ علماء اسلام کا واحد مقصد خدا کی سرزمین پر خدا کے نظام کا نفاذ ہے اس لیے اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے ہر شخص کو جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو کر جد وجہد کرنی چاہیے۔ تمام مقامات پر کثیر تعداد میں عوام نے مختلف جماعتوں سے مستعفی ہو کر جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا۔ مذکورہ بالا مقامات پر حسب ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا اور جمعیۃ کی شاخیں قائم کی گئیں۔

۱۔ حلقہ موہڑا ایجنسی مری کا انتخاب۔ امیر: حاجی نور محمد صاحب، نائب امیر: صوفی مہربان خان صاحب ناظم اعلیٰ۔ تاج محمد عباسی۔ ناظم، خوشحال خان عباسی ناظم نشریات۔ صوفی قائم دین۔ خازن صوفی محمد بشیر، ممبران شوریٰ۔ صوفی لعل خان، نذیر عباسی، اعجاز عباسی، منیر عباسی، صوفی مبارک اور گلزار خان۔

۲۔ حلقہ کلڈنہ: امیر حافظ عنایت اللہ قادری نائب امیر، حاجی محمد ایوب خان۔ ناظم اعلیٰ بابو محمد عارف ناظم راجہ عبدالعزیز، خازن صوفی محمد حنیف، ناظم نشریات راجہ ظہور احمد عباسی، ممبران شوریٰ مستری محمد بشیر صوفی کبیر خان، راجہ ظہراب، صوفی عبدالحفیظ۔

۳۔ حلقہ جھیکا گلی۔ امیر مولانا عبدالجبار صاحب خطیب جامع مسجد جھیکا گلی، نائب امیر صوفی سخی محمد ناظم اعلیٰ محمد صدیق، ناظم صوفی تاج محمد، ناظم نشریات محمد ریاض عباسی، خازن صوفی صابر خان، ممبران شوریٰ صوفی قربان علی، صوفی تاج محمد عباسی، حافظ محمد فیاض حاجی شکرداد، محمد اسلم، زینت داد۔

۴۔ حلقہ کاٹیاہ۔ امیر حاجی سردار خان، نائب امیر ۱۔ راجہ محمد اشرف، ۲۔ حاجی عبدالغفور خان ناظم اعلیٰ۔ قاری عبدالرشید عباسی، ناظم محمد ارشاد عباسی، خازن محمد اشرف کریانہ سٹور، ناظم نشریات حافظ محمد ایاز عباسی، سالار، کیپٹن (ریٹائرڈ) خان محمد عباسی کے علاوہ ۲۱ افراد پر مشتمل مجلسِ شوریٰ قائم ہوئی۔

حلقہ روات: امیر سردار محمد انور خان نائب امیر ۱۔ حاجی محمد نذر خان روات ۲۔ صوفی غلام ربانی ناظم اعلیٰ صوفی محمد غازی۔ ناظم محمد اقتدار عباسی۔ خان راجہ محمد شعیب ڈپو ہولڈر۔ ناظم نشریات محمد آزاد عباسی کے علاوہ ۲۱ افراد پر مشتمل مجلس شوریٰ کی تشکیل کی گئی۔

مولانا محمد رمضان اور دیگر رہنماؤں پر مقدمات ختم کیے جائیں

سرگودھا۔ جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے نائب صدر مولانا قاری عبدالسمیع ضلعی صدر مولانا مولا بخش ناظم عمومی مولانا جلال الدین شہری امیر مولانا صالح محمد شہری جنرل سیکرٹری شیخ حبیب نے ایک مشترکہ

بیالی میں پنجاب جمعیۃ کے ناظم مولانا محمد رمضان صاحب کی گرفتاری پر شدید احتجاج کیا ہے اور اس کی مذمت کرتے ہوئے صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ مولانا موصوف پر قائم کردہ مقدمہ فوراً ختم کیا جائے۔ ان کے علاوہ ان رہنماؤں نے گوجرانوالہ کوٹ ادو اور دیگر مقامات پر جمعیۃ کے عہدیداروں اور کارکنوں کی گرفتاری اور ان پر مقدمات قائم کرنے کی بھی شدید مذمت کی ہے ان اقدامات کو جمہوریت کش پالیسی قرار دیا ہے۔

مولانا محمد لقمان کا دورہ

جمعیۃ علماء اسلام کے راہ نما مولانا محمد لقمان علی پوری نے ضلع گوجرانوالہ میں مدنی مسجد باغبانپورہ گوجرانوالہ۔ ملی ٹھٹھیاں گوجرانوالہ حافظ آباد، کوٹ مارٹ ڈیرہ شاہ ... ، فیصل آباد گوجرانوالہ ایمن آباد اور ڈسکہ میں عام جلسوں اور کارکنوں کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کارکنوں پر زور دیا کہ ۱۸-۱۹ اکتوبر کو گوجرانوالہ میں منعقد ہونے والے کل پاکستان نظام شریعت کنونشن کو کامیاب بنانے کے لیے بھرپور جدوجہد کریں اور ملک میں نظام شریعت کے عملی نفاذ کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہیں۔ مولانا زاہدالراشدی، ڈاکٹر غلام محمد، مولانا محمد اسماعیل حافظ آبادی، مولانا محمد یوسف رحمانی اور مولانا عبدالرؤف فاروقی نے بھی متعدد اجتماعات سے خطاب کیا۔

مولانا محمد شریف احرار کی رہائی

گزشتہ دنوں حضرت مولانا محمد شریف صاحب احرار اور مولانا ضیا اللہ شاہ گجراتی ضمانت پر رہا ہو گئے۔

مولانا محمد شریف احرار کی رہائی کی خبر سنتے ہی کالا گوجراں شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی مولانا کی آمد پر زبردست استقبال کیا گیا اور بہت بڑے جلوس کی شکل میں مرکز سے مدنی مسجد تک لایا گیا اور بعد میں مولانا نے شرکاء جلوس سے خطاب فرمایا۔ شرکاء جلوس نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مولانا محمد شریف احرار اور دیگر علماء کرام پر سے ڈی۔پی۔آر جیسے مقدمات واپس لیے جائیں اور تمام گرفتار شدہ علماء کرام اور طلباء کو جلد از جلد رہا کیا جائے۔

جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم

جمعیۃ کے ضلعی ناظم نشریات و انتخابات مفتی رشید احمد ارشد کو مقرر کرنے کا اعلان کرتے ہوئے ضلع بھر کی شاخوں کو آگاہ کیا ہے۔ کہ فوری طور پر رابطہ قائم کر کے ضلع کے پروگراموں میں تعاون کریں۔ جمعیۃ کے ضلعی دفتر سے اعلان کیا گیا ہے کہ شوال میں منعقد ہونے والی کل پاکستان نظام شریعت کنونشن میں ضلع بھر سے ان شاء اللہ ہزاروں افراد گوجرانوالہ قافلوں کی صورت میں روانہ ہوں گے ضلع بھر میں کنونشن کی تیاریاں شروع کر دی گئی ہیں۔

آزاد جموں و کشمیر

نعمان پورہ باغ۔ جمعیت العلماء آزاد جموں کشمیر نعمان پورہ کے مولانا قاری محمد انور نے اپنے ایک بیان میں دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کے لیے نوٹس جاری کرنے پر سخت نکتہ چینی کی ہے انھوں نے بیان میں کہا کہ دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کا مطلب پاکستان میں اسلام کی اشاعت کو ختم کرنا ہے۔

اظہار تعزیت

میانوالی۔ حضرت مولانا محمد رمضان صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب نے کہا ہے کہ..... بہاول پوری مرکزی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت کی وفات یقیناً ملک و ملت کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے مولانا ملک و ملت کے مایۂ ناز اور با اخلاص مبلغ تھے دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے

جمعیۃ علماء اسلام حلقہ میانوالی کے اجلاس میں بھی حضرت مولانا محمد شریف صاحب بہاولپوری مرکزی مبلغ مجلسِ تحفظ ختم نبوت کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور دعاء مغفرت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں بلند ترین مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل و اجر جزیل سے نوازے۔

تعزیت

غلام سرور خان امیر جمعیۃ علماء اسلام ضلع بہاولپور کی بچی بقضائے الٰہی وفات پا گئی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

محمد یسین امیر جمعیۃ علماء اسلام بہاول پور
نور الٰہی ناظم جمعیۃ علماء اسلام بہاول پور
حافظ محمد اسمٰعیل ناظم نشرواشاعت بہاولپور
محمد امین خازن نے اپنے بیان میں غلام سرور خان سے اظہار تعزیت کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔

اپیل دعائے صحت

بندہ کے گھٹنوں اور بازو میں درد ہے تقریباً پونے دو سال سے قارئین دعا فرما دیں اللہ تعالیٰ صحت عاجلہ کاملہ عطا فرماوے۔ آمین۔

از کریم بخش چشتی پنجاب کمیشن شاپ پڈعیدن
ضلع نواب شاہ سندھ۔

ہمارے ہاں تمام اقسام کی دیسی اور انگریزی ادویات بالکل تازہ اور خالص اور مناسب قیمت پر ملتی ہیں
گلزار یونانی دواخانہ کبیر والا ملتان
ڈاکٹر و حکیم صاحبان کیلئے خصوصی رعائتی سکیم آج سے جاری ہے۔ تفصیلات کیلئے خود ملیں۔
نسخہ جات احتیاط سے تیار کیے جاتے ہیں
آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت حاضر ہے
کبیر والا میڈیکل سٹور فون ۳۸ مین بازار کبیر والا ضلع ملتان
پروپرائٹر: مرزا ارشاد بیگ

اجلاس جمعیۃ علماء اسلام لائل پور

جمعیۃ علماء اسلام شہر لائل پور کا ماہانہ اجلاس زیر صدارت امیر شہر خواجہ محمد اکرم بٹ منعقد ہوا جسمیں ملکی حالات اور جماعت کے تنظیمی امور پر غور و خوض کے بعد مندرجہ ذیل قرار دادیں پاس کی گئیں

ا۔ جمعیۃ علماء اسلام شہر لائل پور کا یہ اجلاس حالیہ سیلاب اور شدید بارشوں سے متاثر ہونیوالوں سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان کے نقصان کا معاوضہ دیا جائے اور انکی آبادکاری کا کام تیز تر کر دیا جائے۔

۲۔ یہ اجلاس شہر لائلپور اور اضافی بستیوں میں شدید بارشوں اور گٹروں کے گندے پانی جو جمع ہو گیا ہے جس سے بدبو پیدا ہو کر وبائیں پھیلنے کا شدید خطرہ ہے۔ بلدیہ لائل پور سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس گندے پانی کے نکاس کا فوراً انتظام کیا جائے اور گلیوں اور سڑکوں کی مرمت اور روشنی کا معقول انتظام کیا جائے۔

انتخابات جمعیۃ علماء اسلام میانی

امیر : قاضی ضیاء اللہ صاحب
نائب امیر : حافظ نذر احمد صاحب
ناظم اعلیٰ : قاری محمد حسین صاحب

یہ انتخاب مولانا جلال الدین صاحب ناظم اعلیٰ ضلع سرگودھا کی سرکردگی میں ہوا۔

ضلعی انتخابات کراچی سنٹر

اور حلف وفاداری

گزشتہ دنوں زیر صدارت مولانا نور الھدیٰ صاحب کراچی سنٹر کے ضلعی انتخابات عمل میں آئے

سرپرست نگران اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام کراچی سینٹر مولانا محمد زکریا صاحب
امیر جمعیۃ علماء اسلام کراچی سینٹر : مولانا نور الھدیٰ صاحب
نائب امیر اول " " " " حافظ غلام سرور صاحب
" " دوم " " " " مولانا فیض الباری صاحب
ناظم عمومی " " " " قاری محمد صدیق سعاتی
نائب ناظم اول " " " قاری عبدالسلام صاحب
" " دوم " " " سلطان عمر صاحب
ناظم نشر و اشاعت " " محمد احمد شاکر
خازن " " قاری عبدالباعث صاحب
سالار " محمد حنیف شاد

بقیہ : دینی مدارس میں مداخلت

ان میں طالبعلم و مدرس نہیں ہوں گے۔ اساتذہ تھوڑی تنخواہ لے کر، کفاف پر ہمارے ساتھ پڑھائیں گے۔ لیکن تمہارے ساتھ نہیں پڑھائیں گے۔ میں چیلنج کرتا ہوں۔ جب مدرس تمہارے پاس نہیں آئیں گے۔ تو ان مدرسوں کا کیا بنے گا؟ کیونکہ مدرسے چھپروں میں منتقل ہو چکے ہوں گے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمیں خوشی ہو گی۔ کہ اگر یہ چند حریص قسم کے، طماع قسم کے، خود دماغی کے مریض مولوی، علمائے سو، بڑی بڑی تنخواہوں پہ پلنے والے متمنی علمائے سو جو دنیا کے کتے ہیں۔ میرے نزدیک ان کی حیثیت ان کُتوں سے بھی بدتر ہے۔ جو بازاروں میں ہوٹلوں اور دکانوں کے آگے دم [illegible] کر بھیک مانگتے ہیں۔ یہ کیا چیزیں ہیں؟ چاہیے کہ تطہیر ہو جائے انہیں علماء کی صف سے نکال دو۔ یہ بکاؤ مال اگر تمہارے ساتھ عمارتوں میں رہ جائیں۔ اور ادھر کے سانچوں میں ہی ڈھل جائیں۔ تو ہماری ان سے جان چھوٹ جائے گی۔ خدا کی قسم! اس کے بعد نورانی تعلیم ہو گی۔ خدا کا نور برسے گا۔ پھر جو علماء پیدا ہوں گے۔ ان میں کا ایک نور تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دے گا۔ تم ان سیاسی مخالفین کا مقابلہ کیسے کر سکو گے۔ تمہاری جان ایسے نہیں چھوٹے گی۔ تمہاری جان تب چھوٹے گی۔ جب تم اسلام کی طرف آ جاؤ گے۔ تم پکے مسلمان ہو جاؤ گے۔ تم اسلام پر عمل کرو۔ ہم تمہاری خدمت کریں گے لیکن جب تک ایسا نہیں ہو گا۔ تمہارے یہ سیاسی مخالفین پیدا ہوتے رہیں گے۔

(آخر میں) وفاق مدارس عربیہ کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے میں مسٹر بھٹو پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اسلام کے ان قلعوں کو قومی تحویل (یعنی اپنی تحویل) میں لینے کا خیال ترک کر دیں۔ ان کی اسی میں بہتری ہے۔

یٹ پر سُرخ نشان چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔

بقیہ : معاشیات اسلام

میں قرآن عزیز نے جن نصوصِ قطعیہ کو بیان کیا ہے اور معجزانہ بلاغت اور حکیمانہ اسلوب کے ساتھ راہنمائی فرمائی ہے۔ "اسلام کا معاشی نظام" ان ہی نوامیس الٰہی کی شرح و تفسیر ہے اب ان تفصیلات سے یہ بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے "معاشی نظام" کا جو اساسی مقصد ہے اس کو کامیاب بنانے کے لیے "اسلام کے اقتصادی نظام" کے علاوہ دوسری کوئی راہ نہیں ہے۔ یہاں مارکسزم اشتمالیت کی طرح مذہبی انارکی بھی نہیں ہے اور طبقاتی جنگ بھی موجود نہیں۔ بلکہ ایک عالمگیر اخوت و ہمدردی کا غیر فانی اعلان ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کی طرح دولت و وسائل دولت کو سمیٹ کر مخصوص طبقہ کے حوالے کرنا بھی حرام قرار دیا گیا ہے "تاکہ باطل اور ظلم کی بنیادیں کسی حالت میں بھی قدم نہ جما سکیں اور دنیاء انسانی کے کسی ایک فرد کو بھی اپنی معاشی حیات میں انسانوں کے ہاتھوں ضیق اور تنگی پیدا نہ ہو۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ معاشیات کی علمی کاوشوں اور فنی بحثوں سے مرعوب ہو کر اس جال میں پھنس جائیں جس نے اور سب کچھ تو کیا مگر انسانی دنیا کو امن و سلامتی اور عام خوشحالی و رفاہیت سے کبھی روشناس نہ ہونے دیا۔ اور اس طرح اپنی بدبختی پہ اپنے ہاتھ پہ مہر لگا دی۔ اور یا اس سادہ مگر امن و سلامتی کے شاہکار "نظام" کو اپنا قائد بنا لیں جس نے اپنی عملی زندگی کی عمر اگرچہ کم پائی اور خلافت راشدہ کے بعد شاہانِ اسلام نے اپنے ذاتی اقتدار کی خاطر جس کو کبھی بروئے کار نہ آنے دیا۔ تاہم جس قدر بھی عمر پائی اس میں معاشی نظام کی غرض و غایت کو ایسے بے نظیر پروگرام کے ساتھ منصۂ شہود پر جلوہ گر کیا کہ دوست اور دشمن دونوں آج تک اس کی ہمہ گیر اخوت و پیام مساوات اور عام معاشی خوشحالی اور افادیت کے معترف ہیں۔